صحابۂ کرام رضؓ

اور رفاہی کام

مولانا امیر الدین مہر

دعوۃ اکیڈمی
بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد

صحابۂ کرامؓ اور رفاہی کام

مصنف

مولانا امیر الدین مہر

دعوۃ اکیڈمی

بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد

نام کتاب	:	صحابہ کرامؓ اور رفاہی کام
مصنف	:	مولانا امیر الدین مہر
نگران طباعت	:	حیران خٹک
سرورق	:	محمد طارق اعظم
کمپوزنگ	:	محمد اعظم
حروف خوانی	:	محمد اشتیاق خاکی
طابع	:	ادارہ تحقیقات اسلامی پریس، اسلام آباد
اشاعت اوّل	:	۲۰۱۱ء
تعداد اشاعت	:	۲۰۰۰
قیمت	:	۶۰ روپے

ISBN. 978-969-556-254-3

ناشر

دعوۃ اکیڈمی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد

فہرست

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

پیش لفظ

اللہ جل مجدہ' اور پیغمبر اعظم و آخر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک پاکیزہ مثالی معاشرہ قائم کرنے کے لیے اس کے جملہ خد و خال کو بیان فرمایا۔ اُن خوبیوں کو بیان فرمایا جو کسی بھی کامیاب معاشرے کا حسن ہوتی ہیں اور اُن مفاسد اور گمراہیوں کو بھی کھول کھول کر بیان فرمایا جو معاشرتی حسن کو دیمک کی طرح چاٹ لیتی ہیں اور پورا معاشرہ شکست و ریخت کا شکار ہو جاتا ہے۔ قرآن مجید فرقان حمید نے اوامر و نواہی کے ساتھ ساتھ جو ماضی کی اقوام و ملل کے قصص بیان فرمائے ہیں اُن کا مقصد محض واقعات بیان کرنا نہیں بلکہ قرآن اُمت مسلمہ کو عروج و زوال کے یہ قصے اس لیے سناتا ہے کہ یہ وہ اقدارِ عالیہ اور اوصافِ حمیدہ ہیں جنہیں اپنا کر مختلف اقوام کی تقدیر کا ستارہ کمال بلندی پر چمکا اور یہ وہ مفاسد اور خرافات ہیں جنہوں نے اقوام کو قعر مذلت میں گرا دیا۔ اور یہ سنت الٰہیہ ہے کہ انہی بنیادوں پر اللہ جل مجدہ' نوازتا ہے اور غضب ناک بھی ہوتا ہے۔

قرآن کے مخاطبین اور محمد رسول اللہ ﷺ کے نام لیواؤں میں سے ایک معتدبہ طبقہ آج اغیار کی تقلید میں جہاں اپنی اقدار اور شناخت سے محروم ہو چکا ہے وہاں ساتھ ہی ساتھ اُن ابدی محاسن سے بھی تہی دست ہو چکا ہے جو کبھی مسلم معاشرے کا طرۂ امتیاز تھے۔

دعوۃ اکیڈمی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد اقدارِ اسلامیہ کو پروان چڑھانے اور اخلاقی برائیوں کے تدارک کے لیے جہاں ٹریننگ پروگرام کا اہتمام کرتی ہے وہاں مختلف طبقات کے لیے آسان، عام پیرایۂ بیان میں قرآن و سنت کی روشنی میں ضخیم کتب کے ساتھ ساتھ کتابچہ جات کی طباعت کا بھی اہتمام کرتی ہے۔

زیر نظر کتاب بھی اسی سلسلہ کی کڑی ہے۔ اللہ جل شانہ' دعوۃ اکیڈمی کے کارکنان کی مساعیٔ جمیلہ کو قبول فرمائے اور اپنے فضل خاص سے سرفراز فرمائے، آمین۔

پروفیسر ڈاکٹر صاحبزادہ ساجد الرحمن
ڈائریکٹر جنرل، دعوۃ اکیڈمی
بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اور رفاہی کام

اُمت محمدیہ میں شریعت مطہرہ کو دل و جان سے تسلیم کرنے اور اس پر عمل کرنے والے ہر دور میں موجود رہے ہیں جنہوں نے دین اسلام کو اس کی اصلی شکل میں باقی رکھا ہے البتہ خیر القرون کو چھوڑ کر باقی ادوار میں ان کی تعداد کم رہی ہے تاہم صحابہ کرام اور تابعین کے دور ایسے ہیں کہ ان ادوار میں ایسے لوگوں کی کثرت ہی رہی ہے۔ عقائد و نظریات کے لحاظ سے، عمل و کردار کی حیثیت سے اور اشاعتِ دین کے جوش و جذبہ سے ہر مقام پر ایسے لوگ متحرک تھے جو روشنی کا مینار اور اسلام کا جیتا جاگتا نمونہ تھے۔

چونکہ اس باب میں صحابہ کرام کے انفاق، خدمت خلق اور رفاہی کاموں کو بیان کرنا مقصود ہے لہٰذا اس موضوع پر ہی گذارشات پیش کی جائیں گی۔ صحابہ کرامؓ کی سیرت کا اس پہلو سے مطالعہ کرتے ہوئے ان کی جود و سخا، داد و دہش، انفاق و اکرام کرنے، عطایا ہدایا دینے اور اپنے دوست احباب کو نوازنے کے واقعات پڑھ کر عام طور پر دو باتیں ذہن میں گردش کرنے لگتی ہیں اور سوالات کی شکل میں سامنے آتی ہیں۔ ایک یہ کہ وہ کون سے عوامل اور جذبات و احساسات تھے جن کی وجہ سے یہ حضرات اتنا انفاق کرتے تھے۔ یہ انفاق اتنا زیادہ ہے کہ عام انسان حیران رہ جاتا ہے کہ یہ کیسے لوگ ہیں جو بعض اوقات اپنا سب کچھ اللہ کی راہ میں لٹا دیتے ہیں اور انہیں کوئی پرواہ نہیں ہوتی بلکہ الٹا خوش ہوتے ہیں، اللہ کا شکر بجالاتے ہیں اور آرام کی نیند سوتے ہیں۔

دوسرا خیال یہ آتا ہے کہ ان لوگوں کے پاس اتنا مال اسباب، دھن دولت، غلام و

کنیزیں، اُونٹ اور گھوڑے، سونا چاندی (دینار و درہم) کہاں سے آئے اور کیسے آئے؟ پھر آج انفاق کرتے ہوئے جو کچھ ہے وہ سب لٹا دیا اور کل پھر صاحب ثروت بن گئے پھر رقم آگئی اور ویسے ہی خرچ کرنے لگے لہٰذا چند صحابہ کرام کی جود وسخا اور خدمت خلق کا تذکرہ کرنے سے پہلے ان سوالوں کے جوابات یا دو شبہوں کا دفعیہ کر دیا جائے ورنہ قدم قدم پر یہ وسوسہ ذہن میں آئے گا کہ یہ روایات ضعیف یا موضوع تو نہیں ہیں اور ان واقعات میں مبالغہ تو نہیں ہے نیز انسان کی فطرت میں لالچ، بخل اور مال سینت کر رکھنے کا جو داعیہ ہے وہ کیسے کم ہو جاتا ہے یا بعض اوقات کیسے ختم ہو جاتا ہے کہ عام حالات میں ایسا کرنا بہت مشکل کام ہے۔

صحابہ کرامؓ میں انفاق کے اسباب وعوامل

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم میں انفاق فی سبیل اللہ اور جود وسخا کے بہت سارے اسباب وعوامل ہیں۔ یہ عوامل دین اسلام، نبی ﷺ کی صحبت، گرد وپیش کے ماحول، ان کے خاندانی وقبائلی پس منظر اور ان کے شعراء اور ادباء کے کلام سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان تمام اسباب کی مفصل فہرست اور بیان کافی وسعت چاہتا ہے جبکہ یہاں تنگی داماں اور تنگی علم کے ساتھ تنگی وقت اور کتاب کے اوراق کی تنگی بھی ہے اس لیے صرف چند واقعات بیان کرنے پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

۱۔ دنیا اور اس کے مال واسباب سے محبت نہ رکھنا

مال ودولت اپنی ضرورتوں اور اپنی اولاد کے لیے جمع کرنا اور عمل ہے اور اس سے محبت رکھنا مختلف عمل ہے۔ ان میں فرق کرنا دین وایمان کا تقاضا ہے۔ اسلام مال کمانے اور اس کے حقوق ادا کرنے کے بعد جمع کرنے سے نہیں روکتا ہے بلکہ اس کے کمانے کی ترغیب دیتا ہے اور ہمت افزائی کرتا ہے تاہم اس سے محبت کرنے سے منع کرتا ہے۔ مومنین کی صفات میں سے قرآن مجید اور احادیث مبارکہ سے ایک صفت یہ ثابت ہوتی ہے کہ وہ اپنی اور اپنے متعلقین کی دنیاوی اور مالی ضرورتیں پوری کرنے کے لیے تگ ودو کرتے ہیں، جائز

طریقے سے مال کماتے ہیں۔ کمانے میں چست و چوبند رہتے ہیں اور مالی معاملات میں دوسروں کا دست نگر ہونے سے بچتے رہتے ہیں۔ صحابہ کرام اس صفت سے متصف تھے اور گلہ بانی، کاروبار، بیوپار، زراعت، صنعت و حرفت اور محنت و مزدوری سے مال کماتے تھے۔

ایک صفت ان کی زندگی میں یہ پائی جاتی ہے کہ وہ مال کی کثرت کے باوجود اس سے محبت نہیں کرتے تھے، اسے دل میں جگہ نہیں دیتے تھے۔ اس کی محبت میں گرفتار نہیں ہوتے تھے۔ قرآن و حدیث کی روشنی میں بھی وہ مال کی محبت کو کفار اور منافقین کی صفت سمجھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ”تم مسکینوں کو کھانا کھلانے پر نہیں اکساتے اور میراث کا دوسرا مال سمیٹ کر کھاجاتے ہو اور مال کی محبت میں بری طرح گرفتار ہو“ (الفجر ۸۹: ۱۸۔۲۰) ہر صحابی عربی جانتا تھا اور قرآن کی اس بلیغانہ اور متاثر کن ہدایت کو اچھی طرح سمجھتا تھا، وہ سمجھتا تھا کہ یہ کفار اور ظالموں کی صفات ہیں لہٰذا ان سے دور رہنا چاہیے۔

جب انسان کو کسی چیز سے محبت نہیں ہوگی تو وہ اسے خرچ کرتے ہوئے اور کسی کو دیتے ہوئے دریغ نہیں کرے گا اور بے پرواہ ہو کر اسے خرچ کرے گا۔ دنیا پر دین کو ترجیح دے کر خوب انفاق کرے گا۔ شاعر نے اسلام کے مالی نقطہ نظر سے کیا خوب کہا ہے:

مال راہ گر بہر دین باشی حمول
نعم مال صالح گوید رسول

”اگر تم مال کو دین کے لیے لوگے اور دوگے تو رسول ﷺ اسے بہت اچھا مال کہیں گے“۔

۲: صحابہؓ کا اللہ کی رضا چاہنا

صحابہ کا انفاق سے اوّلین اور اہم مقصد اللہ کی رضا اور خوشنودی چاہنا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو جو مال و دولت عطا کی تھی اس کا شکر وہ اس کی راہ میں انفاق کر کے ادا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے خرچ کرتے ہوئے کوئی دنیاوی طمع، لالچ اور خواہش نہیں رکھتے تھے ان کی اس صفت کو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں اس طرح فرمایا: ” اللہ کی محبت میں مسکین اور یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں (اور ان سے کہتے ہیں) ہم تمہیں صرف اللہ

کی خاطر کھلا رہے ہیں۔ ہم تم سے کوئی بدلہ چاہتے نہ شکریہ" (الدھر۷۶: ۸۔۹) اللہ تعالیٰ کی رضا چاہنے کا یہی جذبہ ہے جس کی اللہ تعالیٰ نے تعریف کے ساتھ ان کی اخلاص نیت کی تصدیق بھی کی ہے۔ ان کے اخلاص اور رضا کی طلب پر درجنوں آیات و احادیث آئی ہیں جو طوالت کی وجہ سے یہاں بیان نہیں کی جا رہی ہیں۔

۳: حقوق العباد کا خیال رکھنا

صحابہ کرام عام طور پر اپنے مال و اسباب میں غریب، مستحق اور حاجت مند انسانوں کا حق سمجھتے تھے۔ ان کے سامنے ہر وقت قرآن مجید کی یہ تعلیم رہتی تھی۔ **والذین فی اموالھم حق معلوم للسائل والمحروم** (المعارج ۷۰: ۲۵) اور جن کے مالوں میں سائل اور محرم کا ایک مقرر حق ہے **فی اموالھم حق معلوم للسائل والمحروم** (الذاریات ۱۵: ۱۹) ان کے مالوں میں حق ہے سائل اور محروم کے لیے" اس ارشاد الٰہی کی روح یہ ہے کہ ایک متقی اور محسن انسان کبھی اس غلط فہمی میں مبتلا نہیں ہوتا کہ اللہ اور اس کے بندوں کا جو حق میرے مال میں زکوٰۃ ادا کرنے سے ادا ہو گیا۔ میں نے اس بات کا ٹھیکہ تو نہیں لیا کہ ہر ننگے، بھوکے اور مصیبت زدہ آدمی کی مدد کرتا پھروں بلکہ وہ واقعی مشفق اور محسن ہوتا ہے۔ وہ ہر وقت ہر وہ بھلائی کرنے کے لیے جو اس کے بس میں ہو دل و جان سے تیار رہتا ہے اور جو موقع بھی دنیا میں نیکی کا ملے اسے جانے نہیں دیتا۔ (تلخیص تفہیم القرآن ۹۸۲)

پھر آپ ﷺ کی تعلیم و تربیت کی باتیں بھی ان کے پیش نظر رہتی تھیں جن میں اپنے غرباء و مساکین، پڑوسیوں اور ساتھیوں اور ہم پیشہ حضرات کے حقوق بتائے ہیں اور ان حقوق کی اہمیت واضح کی ہے جیسے پڑوسیوں کے بارے میں آپؐ کا ارشاد ہے " جو شخص اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے تو اسے اپنے پڑوسی سے اچھا سلوک کرنا چاہیے اور جو شخص اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے تو اسے بھلائی کی بات کہنی چاہیے یا خاموش رہنا چاہیے" (مسلم نے ان الفاظ میں روایت کی ہے اور بخاری نے اس کے بعض حصے روایت کیے) اور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:" جب تمہارے حکمران اچھے لوگ ہوں اور تمہارے غنی (دولت مند) سخی ہوں اور تمہارے معاملات مشورے سے طے ہوتے ہوں تو زمین کی پیٹھ

(زندہ رہنا) پر رہنا اس کے پیٹ میں جانے سے اچھا ہے اور جب تمہارے حکمران بُرے لوگ ہوں اور تمہارے مالدار بخیل ہو جائیں اور تمہارے اجتماعی معاملات عورتوں کے حوالے ہوں تو زمین کا پیٹ (موت آنا) اس کی پیٹھ سے بہتر ہے۔(الترمذی کتاب الفتن)

یہ دو آیتیں اور دو حدیثیں نمونے اور تبرک کے طور پر لکھی ہیں ورنہ ایسی بیسیوں آیتیں اور احادیث ان کے سامنے ہوتی تھیں اور اپنے مال و دولت اور جانوروں میں سے بندوں کے حقوق ادا کرتے رہتے تھے۔ اس طرح ایثار و قربانی کی آیتیں اور احادیث بھی انہیں صدقہ و خیرات کرنے پر ابھارتی تھیں۔ لہٰذا ایثار و قربانی کی وہ مثالیں پیش کیں جن کی وجہ سے اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ان کے اس فعل کا تذکرہ کیا اور آپ ﷺ نے اس عمل پر خوشی اور اطمینان کا اظہار کیا۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ کریں تلخیص تفہیم القرآن سورۃ الحشر ۵۹: ۹ اور ایثار کے موضوع پر آمدہ احادیث مبارکہ دیکھیں۔

۴: انفاق و خیرات کرنے میں باہمی مسابقت

خیر و بھلائی کے کاموں، انفاق اور داد و دہش میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنا اور پیش قدمی کرنا صحابہ کرامؓ کا عام معمول تھا۔ عبادات ہوں یا جہاد کا میدان ہو، صدقہ و خیرات کرنا ہو یا آپؐ کی پکار پر لبیک کہنا ہو یا آپ کے احکام کی تکمیل کرنا ہو غرض یہ کہ ہر میدان میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرتے بلکہ بعض اوقات ایک دوسرے کو ترغیب دیتے۔ متفق علیہ (الترمذی کتاب الفتن) تفہیم القرآن سورۃ الحشر ۵۹: ۱۹۔ الفجر ۸۹: ۱۸ (۲) الدھر ۷۶: ۸۔۹ (۳) الذاریات ۵۱: ۱۹، تلخیص تفہیم القرآن ۲۸۹۔

تحریض (ابھارنے) کے لیے للکارتے تھے۔ یہ صاحب اتنی نیکی کمارہے ہیں تو میں اس سے بڑھ کر کمالوں، یہ اتنا انفاق کر رہے ہیں تو میں ان سے بڑھ کر انفاق کروں۔ یہ اتنی خدمت کر رہے ہیں تو میں ان سے بڑھ کر خدمت کروں۔ اسلام میں یہ طریقہ نہ صرف پسندیدہ ہے بلکہ قرآن و حدیث میں اس پر عمل کرنے کی ہدایت کی گئی ہیں۔ قرآن مجید میں سابقوا، سارعوا، صابروا، رابطوا، جاھدوا وغیرہ متعدد کلمات آئے ہیں جن کے معنی اور مفہوم میں یہ ترغیب ہے کہ ایک دوسرے سے آگے بڑھو، نیکی میں جلدی کرو،

باہم مقابلہ کرو، بڑھ چڑھ کر حصہ لو، چنانچہ ان ہی ہدایات کے مطابق صحابہؓ میں مسابقت بہت سے معاملات اور مواقع میں دیکھنے میں آتی ہے۔ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کی باہم مسابقت معذوروں کی خدمت کرنے، جہاد کے لیے انفاق کرنے اور نبی ﷺ کی خدمت کرنے اور آپؐ کے احکام کی تعمیل کرنے میں نظر آتی ہے۔ چھوٹے صحابہ پر جہاد میں شرکت کے لیے ایک دوسرے سے مقابلہ کرنے اور کشتی لڑنے کی پیشکش کی روایات ملتی ہیں۔ پھر انصار اور مہاجرین کے جہاد میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کے واقعات ملتے ہیں یہی جذبات و احساسات اور عوامل ان کے انفاق کرنے میں ان میں موجود تھے جن کی وجہ سے ان میں جود و سخا اور عطایا و ہدایا کثرت سے پائے جاتے ہیں۔

۵: نبی اکرم ﷺ کا اسوۂ حسنہ موجود ہونا

نبی ﷺ نے فقر و فاقہ عزیمت کے طور پر اپنی امت کے لیے اعلیٰ ترین اسوہ (طریقہ) کے طور پر اختیار کیا۔ چنانچہ مال کے معاملے میں آپ ﷺ بہت ہی سخی اور انفاق کرنے والے اور مال تقسیم کرنے والے تھے۔ ایک مرتبہ آپ ﷺ کے پاس ڈھیر سارا مال آیا تو آپ ﷺ نے تقسیم کرنا شروع کیا حتیٰ کہ شام ہوگئی اور کچھ مال بچ گیا تو آپ ﷺ نے آنے والی رات مسجد میں گزاری اور جب وہ سارا مال تقسیم ہوگیا تو پھر گھر تشریف لے گئے۔ اس طرح جہاد کے میدان میں مال غنیمت اور فئے کے اموال حاصل ہوتے تو وہیں پر تقسیم کر دیتے۔ آخری بیماری کے وقت حضرت عائشہؓ سے فرمایا کہ گھر میں کچھ سکے (سونے اور چاندی کے) رکھے ہوئے ہوں تو انہیں تقسیم کر دو۔ اللہ کا رسولؐ، اللہ سے ایسے حال میں ملنا نہیں چاہتا کہ اس کے گھر سکے رکھے ہوئے ہوں۔

صحابہ کرامؓ کے سامنے یہ وہ نمونہ موجود تھا جس کی وجہ سے یہ انفاق کرنے اور اموال خرچ کرنے میں دریادل تھے اور لوگوں کو بے تحاشا دیتے تھے۔

٦: آخرت کے محاسبے کا خوف

صحابہ کرامؓ کے بے دریغ مال خرچ کرنے عوامل میں سب سے بڑا سبب آخرت میں جواب دہی کا احساس اور محاسبے کا ڈر تھا، اموال کے بارے میں وہ قرآن و حدیث کے

احکامات وارشادات کو ہر وقت پڑھتے، سنتے تھے اور قرآن کو اچھی طرح سمجھتے تھے اور آپؐ کی احادیث، ارشادات اور احکامات کو ہر وقت سامنے رکھتے تھے۔ لہٰذا صدقات واجبہ یعنی زکوٰۃ، نذور اور کفارات تو لازماً ادا کرتے رہتے تھے ان کے علاوہ نفلی خیرات بھی بڑی کشادہ دلی سے کرتے تھے۔

روایت ہے کہ یمن سے دو عورتیں (ماں بیٹی) نبی ﷺ کی زیارت کے لیے آئیں۔ آپ ﷺ سے ملیں اور دین کی باتیں معلوم کیں۔ بیٹی کے ہاتھوں میں سونے کے موٹے کنگن پہنے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ نے اس بڑی خاتون سے پوچھا کیا تم اس کی زکوٰۃ ادا کرتی ہو؟ اس نے کہا نہیں! آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم چاہتی ہو کہ اس بیٹی کو ان کی وجہ سے آگ کے کنگن پہنائے جائیں۔ اس نے کہا نہیں یارسول اللہ ﷺ! اس کے بعد اس نے وہ دونوں کنگن اس کے ہاتھوں سے اتار کر آپ ﷺ کے حوالے کرتے ہوئے کہا هما لله و لرسوله یہ دونوں اللہ اور اس کے رسول کے حوالے۔ (مسلم)

اس خاتون کے اس عمل سے اطاعت کے کئی پہلو سامنے آئے ہیں:

- نبی ﷺ کے فرمان کی اطاعت بلاچوں وچرا فوراً کرنا۔
- آخرت کے عذاب و گرفت کا خوف پایا جانا۔
- زکوٰۃ سے بچنے کے لیے حیلہ وبہانہ نہ کرنا۔
- زکوٰۃ کا چالیسواں حصہ دینے کے بجائے سارا مال اللہ کی راہ میں دے دینا۔

نبی کریم ﷺ کی تعلیم اور صحابہؓ کی تعمیل و تسلیم کے واقعات روزانہ آپ کی مجلس میں ہوتے رہتے تھے۔ ان کی وجہ سے صحابہ میں انفاق کا جذبہ اور عمل غیر معمولی اور کثرت سے تھا۔ پھر ان کے لیے یہ کوئی بڑی بات نہیں تھی لیکن آج ہمیں یہ واقعات عجیب سے معلوم ہوتے ہیں۔ نیز ہمارے نفسوں اور دلوں میں مال کی محبت زیادہ ہے اور اس کے مقابلے میں ہمارے دینی رہنماؤں اور پیشواؤں میں یہ واقعات کم ملتے ہیں۔ اس وجہ سے ہمیں صحابہ کے انفاق کے واقعات پر تعجب ہوتا ہے۔ اگر ہم اسلام کے اس ابتدائی پس منظر اور ماحول کو سامنے رکھیں تو معلوم ہوگا کہ ان لوگوں کے لیے یہ واقعات غیر معمولی نہیں تھے بلکہ معمول

کے واقعات تھے جو روزانہ عمل میں آتے تھے۔ جہاد کے لیے اپیل ہو یا کسی کو مہمان بنانے کی ترغیب ہو یا انفاق کی آیت کا نزول ہو۔ ہر بات پر عمل پیرا ہونے میں دیر نہیں کرتے تھے۔

۷: فطری و خاندانی پس منظر

صحابہؓ کی بھاری اکثریت عرب قبائل سے تعلق رکھنے والی تھی۔ عربوں کا اپنا مزاج، عادات وخصائل تھے جو فطرۃً ونسلاً تھے۔ سخاوت ان کی گھٹی میں پڑی ہوئی تھی۔ دورِ جاہلیت کے واقعات میں تو ان کے جود وسخا کے عجیب وغریب واقعات سامنے آتے ہیں۔ خاص طور پر قریش کا رویہ اور وہ بھی حجاج اور زائرین حرم کے ساتھ بڑا ہی فیاضانہ تھا۔ عرب کے ہزاروں حاجیوں اور معتمرین کے کھانے، پانی اور رہائش کا بندوبست کرتے تھے۔ اس دور میں سخاوت، نجابت کو نمایاں کرنے اور جذبات کو برانگیختہ کرنے میں شعراء وادباء کا بڑا اثر تھا۔ یہ لوگ اپنی ذاتی لالچ وطمع میں ان کے دادودہش کے عوامل کو بڑھا چڑھا کر پیش کرتے اور ان میں کوئی بخل برتتا تو اسے بھی نمایاں کرتے اور ان کی ہجو کرتے تھے اس لیے انفاق کا جذبہ ان میں خاندانی اور قبائلی تھا۔

جب اسلام آیا تو اس نے اس جذبہ کو پاکیزہ، شریفانہ اور اخلاق حسنہ سے معمور کر کے نکھار دیا اور ان میں سے جو بخیل اور کنجوس تھے ان کے بخل کو دُور کیا۔ ان میں اللہ کی رضا کا عقیدہ پختہ کیا۔ شعراء وادباء کے بجائے قرآن وحدیث اور سیرت میں ان کے اس کام کی ہمت افزائی کی گئی اس طرح وہ دنیا کے اچھے سخی، اللہ کی رضا کے حصول کے متمنی اور پاکیزہ انسان بن گئے اور رہتی دنیا تک اپنے اثرات چھوڑ گئے۔ (رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ)

۸: ابتدائی دور کی سابقہ غربت کو سامنے رکھنا

جزیرۃ العرب میں عربوں کی معاشی و معاشرتی حالت کوئی اچھی نہیں تھی۔ بودوباش کے لحاظ سے اصحاب المدر اور اصحاب الوبر دو قسم کی رہائش گاہوں کا تذکرہ تاریخ کی کتابوں میں آیا ہے۔ اصحاب المدر وہ لوگ کہلاتے تھے جو پتھر، کچی اینٹوں اور لکڑیوں سے گھر بنا کر رہتے تھے یا یہ گھر خالص مٹی کو پانی میں گیلا کر کے اس کے پیڑے بنا کر تعمیر کرتے جس طرح ہمارے ہاں سندھ کے دور دراز علاقوں میں بنائے جاتے ہیں۔ انہیں اوڈ کی بھت

(اوڈ قوم کے ہاتھوں مٹی بگھو کر بنائی ہوئی دیوار) کہا جاتا ہے۔ یہ لوگ شہری کہلاتے تھے۔ دوسرے اصحاب الوبر وہ لوگ جو اُونٹ اور بکری کے بالوں سے کپڑا، قالین اور نمدہ بنا کر اس سے خیمے بناتے اور ان میں قیام کرتے۔ جب وہاں سے نقل مکانی کرتے تو اسے اکھاڑ کر ساتھ لے جاتے۔ یہ لوگ خانہ بدوش کہلاتے تھے۔ مولانا صفی الرحمن مبارک پوری اپنی مشہور کتاب (الرحیق المختوم۔ مولانا صفی الرحمن مبارک پوری، ص: ۷۱۔۷۲) میں لکھتے ہیں "عرب کی اقتصادی حالت اجتماعی حالت کے تابع تھی، اس کا اندازہ عرب کے ذرائع معاش پر نظر ڈالنے سے ہو سکتا ہے"۔

تجارت ہی ان کے نزدیک ضروریاتِ زندگی حاصل کرنے کا اہم ذریعہ تھی اور تجارتی آمد و رفت امن و سلامتی کی فضا کے بغیر آسان نہیں جبکہ جزیرۃ العرب میں سوائے حرمت والے مہینوں کے امن و سلامتی کا کہیں وجود نہیں تھا۔ یہی وجہ ہے کہ صرف حرام مہینوں ہی میں عرب کے مشہور بازار عکاظ، ذی المجاز اور مجنتہ وغیرہ لگتے تھے۔ صنعت نام کی کوئی خاص چیز عرب میں نہیں تھی۔ کپڑے کی بنائی اور چمڑے کی دباغت وغیرہ کی شکل میں جو چند صنعتیں پائی جاتی تھیں۔ وہ زیادہ تر یمن، حیرہ اور شام کے متصل علاقوں میں تھیں۔ البتہ اندرونِ عرب کھیتی باڑی اور گلہ بانی کا کسی قدر رواج تھا۔ عرب کی تمام عورتیں سوت اور اُون کاتتی تھیں لیکن مشکل یہ تھی کہ سارا مال و متاع ہمیشہ لڑائیوں کی زد میں رہتا تھا۔ فقر و فاقہ کی وباء عام تھی اور لوگ ضروری کپڑوں اور لباس سے بھی بڑی حد تک محروم رہتے تھے۔ عام طور پر اُونٹ بکری اور بھیڑوں کے دودھ، ان کے گوشت اور بعض جنگلی پھلوں اور جو کی روٹی پر ان کا گزر ہوتا تھا۔ سالن میں گوشت، شوربا، بعض سبزیاں اور معمولی دالیں ہوتی تھیں۔ سرکہ سالن کے طور پر استعمال ہوتا تھا۔ لباس میں یمن کا بنا ہوا کپڑا یا مقامی طور پر کاتے ہوئے سوت اُون اور بکری کے بالوں کے بنے ہوئے کپڑے ہوتے تھے۔ کئی کئی دن تک صرف کھجور، دودھ اور پانی پر وقت گزر جاتا تھا۔ مدینہ منورہ جو ابتدا میں کسی قدر مالداروں اور یہودی تاجروں کا اور زراعت کاروں کا شہر تھا لیکن اس میں بھی عام لوگوں میں بڑی غربت تھی۔ (الرحیق المختوم ص ۷۱۔۷۲)

ان حالات میں اسلامی فتوحات، عرب و عجم سے آمدہ غذائی اشیاء اور رنگین کپڑوں اور دستر خوان پر دو تین کھانوں اور سالنوں کے آنے سے وہ صحابہ جنھوں نے دورِ جاہلیت، مکے اور مدینے کی ابتدائی عسرت دیکھی تھی، وہ ان غذاؤں، کپڑوں پردوں، جانوروں لونڈیوں کی کثرت اور مال و دولت کی فراوانی اور سیم وزر کی بارش دیکھ کر گھبرا اٹھتے اور طرح طرح کے وسوسوں میں مبتلا ہو جاتے اور خیال کرتے کہ شاید ہمیں اس دنیا میں ہی اعمال کا بدلہ مل رہا ہے اور آخرت میں اللہ کی نعمتوں سے محروم نہ ہو جائیں اور یہ مال و دولت ہمارے لیے شر نہ بن جائے۔ لہٰذا بعض اوقات ان اموال کو اللہ کی راہ میں لٹا دیتے تھے اور خوب صدقہ و خیرات کرتے، اپنے دوست و احباب کو نوازتے، غلاموں اور لونڈیوں کو آزاد کرتے اور غرباء و مساکین کی خبر گیری کرتے تھے۔

۹: نبی ﷺ کی صحبت سے ان کا پار سا بننا

رسول اکرم ﷺ اجود العرب اور اجود الناس تھے۔ آپؐ نے کسی سوالی کو خالی ہاتھ نہیں لوٹایا، اگر کسی وجہ سے کچھ دینے کے لیے موجود نہیں ہوتا تو اس سے دوسرے وقت میں عطا کرنے کا وعدہ فرماتے یا اپنے احباب کو کہہ کر اسے دلا دیتے حتیٰ کہ ذاتی ہدیے میں سے بھی دوسرے لوگوں کو عطا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ ایک بدو (اعرابی) آیا اس نے ایک بکری کا ریوڑ آپ کے ہاں دیکھا تو سوال کیا کہ یہ مجھے دے دیں۔ آپؐ نے اسے یہ ریوڑ دے دیا۔ وہ مسلمان ہو کر واپس اپنے قبیلے میں گیا اور قبیلے والوں سے آپؐ کی جود و سخا کی تعریف کی اور کہا کہ میری قوم کے لوگو! محمد ﷺ اتنا دیتے ہیں کہ اپنے فقر اور کل کی تنگی کا خیال نہیں کرتے۔ (مسلم شریف)

صحابہ کرامؓ نے آپ ﷺ کی صحبت پائی، آپؐ کی تربیت میں رہے۔ آپ ﷺ کے ارشادات سنے، آپ ﷺ کے تقویٰ روحانیت اور للّٰہیت سے مستفید ہوئے لہٰذا آپؐ کے رنگ میں رنگ گئے اور تقویٰ و انفاق اور دنیا سے بے رغبتی کی صفات پیدا ہو گئیں اور آپ کی سخاوت کی صفت ان میں بھی آ گئی چنانچہ بعض نے بالکل آپؐ کی طرح دنیا کے بارے میں عزیمت اختیار کر لی اور دنیا میں سے اتنا ہی رکھا جتنا آپ ﷺ رکھتے تھے۔ جیسے حضرت

ابوذر غفاریؓ، حضرت ابوہریرہؓ، حضرت ابو بکر صدیقؓ اور بعض نے عزیمت اور رخصت دونوں کو اختیار کیا۔ کبھی عزیمت کا مظاہرہ کرتے ہوئے سب کچھ اللہ کی راہ میں دے دیا اور کبھی مال جمع کیا اور پھر عزیمت کا مظاہرہ کر لیا جیسے حضرت عمرؓ، حضرت سعدؓ، حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ، حضرت صہیب رومیؓ اور بعض نے رخصت کو اپنایا اور مال و دولت کماتے بھی رہے اور خرچ بھی کرتے رہے۔

الغرض صحابہؓ کے انفاق میں قرآنی تعلیمات، حدیث نبوی ﷺ اور سنت النبی ﷺ کے پر تو مختلف شکلوں میں نظر آتے ہیں۔

یہ چند وہ اسباب و عوامل ہیں جن کی بنا پر ان کی معاشی زندگی میں انفاق کرنے کا تانا بانا سامنے آتا ہے اور غیر معمولی انفاق نظر آتا ہے۔

صحابہ کرامؓ کی آمدنی کے ذرائع و وسائل

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کے انفاق و عطا جود و سخا اور کھلے دل سے خرچ کرنے کے اسباب و عوامل کا مختصر سا جائزہ لیا گیا۔ اب صحابہ کرام کی آمدنیوں اور ان کی طرف دولت کے بہاؤ کے ذرائع کا مختصر سا تذکرہ کیا جا رہا ہے جس سے آمد و خرچ کا توازن واضح ہوگا اور یہ بات واضح ہوگی کہ ان حضرات کے انفاق کے پس منظر میں کافی مال و دولت موجود رہتی تھی۔

صحابہ کرام کی آمدنیوں کو دو حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ ایک حصہ اسلامی حکومت اور بیت المال کی آمدنیوں کا اور دوسرا حصہ ان حضرات کی اپنی ذاتی آمدنیوں پر مشتمل ہے۔ ذاتی آمدنیاں ان کی اپنی جدوجہد، محنت اور اپنے وسائل و ذرائع سے ہوتی تھیں۔

الف: حصہ اوّل صحابہ کی ذاتی آمدنیاں:

۱: تجارت

حجاز کے باشندوں کی اکثریت تجارت کے پیشے سے وابستہ تھی۔ یہ تجارت زیادہ تر مقامی، ملکی سطح اور بین الاقوامی سطح پر ہوتی تھی۔ اس تجارت میں قریش اور مکے کے باشندے

سر فہرست تھے۔ ان کی تجارت یمن کی بندر گاہوں سے شروع ہو کر شام، فلسطین اور بحر قلزم کی بندر گاہوں تک قافلوں اور کشتیوں کے ذریعے ہوتی رہی ہے۔ اس میں مشرق، مشرق بعید، ہندوستان اور مالابار بلکہ ملائشیا اور انڈونیشیا تک سے مال آتا تھا اور شام و ترک اور مصر اور اسپین تک اور یورپ کے قریبی علاقوں میں مال کا تبادلہ ہوتا تھا۔ اس تجارت کی وجہ سے صحابہ کرام کا ایک بڑا طبقہ مالدار اور دولتمند تھا۔ اس تجارت کا جہاں بڑا فائدہ ساہوکاروں کو پہنچتا تھا وہاں مقامی اور علاقے کے لوگ بھی محنت و مزدوری، بار برداری اور قافلوں کی مدد و خاطر تواضع کرنے کی وجہ سے روزگار سے لگے رہتے تھے۔

مدینہ منورہ میں زیادہ تر تجارت یہود کے ہاتھ میں تھی لیکن جنگ احزاب، فتح خیبر اور یہودی قبائل کی مدینے سے جلاوطنی کے بعد یہ مسلمانوں کے ہاتھ آگئی اور وہ ان کی جگہ کاروبار کرنے لگے۔ اس طرح مسلمانوں کے تنگی و غربت کے دن بھلے دنوں میں بدل گئے اور ہول سیل کی دکانیں اور گودام ان کے ہاتھ میں آئے اور ان میں مثالی خوشحالی آنے لگی۔ اس دور کی روایتیں ہیں کہ حضرت عثمان غنیؓ اور عبدالرحمانؓ بن عوف، حضرت عباسؓ بن عبدالمطلب، ابو عبیدہ الجراحؓ، قیس بن سعد بن ابی وقاصؓ، عبداللہ بن عمرؓ اور دیگر مہاجرین و انصار کے ہزار ہزار اُونٹوں کے تجارتی قافلے چلتے تھے اور وسیع پیمانے پر بہت زیادہ تجارت ہوتی تھی جس کی وجہ سے مدینہ منورہ اور مکہ مکرمہ میں کاروبار عروج پر تھا۔

۲: گلہ بانی اور جانوروں کی پرورش

عربوں اور خاص طور پر جزیرۃ العرب کے عام باشندوں کی آمدنی کا بڑا ذریعہ گلہ بانی تھا۔ اُونٹ، بکریاں اور بھیڑیں پالتے تھے۔ اس وقت انسانی آبادی کم ہونے، چراگاہیں زیادہ اور اناج کی کمی کی وجہ سے ان کا زیادہ انحصار جانور پالنے پر تھا۔ اونٹنیوں، بکریوں اور بھیڑوں کا دودھ پیتے، ان کا گوشت کھاتے، ان کی اُون اور بالوں کے کپڑے اور خیمے بناتے اور ان کی کھالوں کو خیموں اور فرش کے طور پر استعمال کرتے تھے۔ سرداروں اور بڑے لوگوں کے پاس ہزاروں کی تعداد میں اُونٹ بکریاں اور بھیڑیں ہوتی تھیں۔ اس طرح جانوروں میں گھوڑے، گدھے اور خچر بھی کثرت سے تھے۔ عام طور پر ہر گھر میں گھوڑا

سواری کے لیے گدھا اور خچر بار برداری اور پانی لانے کے لیے ہوتے تھے۔

ان جانوروں کی فروخت سے ان کی بہت سی معاشی اور معاشرتی ضروریات پوری ہوتی تھیں۔ مدینہ منورہ میں جانوروں کی کثرت ہوگئی تھی۔ اس کی بڑی وجہ اموال غنیمت میں جانوروں کا آنا ہے۔ اس کا مزید تذکرہ مال غنیمت اور صحابہ کرام کے عنوان سے آرہا ہے۔

صحابہ کرام کا جہاد کے موقع پر گھوڑے اور اُونٹ دینا، نیز جو دوسخا کرنا اور مسکینوں کو سواریاں دینا، مہمان کی آمد پر جانور ذبح کرنا اور لشکر کو اُونٹ ذبح کر کے گوشت فراہم کرنا سب اس وجہ سے تھا کہ ان کے پاس جانوروں کی کثرت تھی۔

۳: زمینیں، جاگیریں اور زراعتی خطے

مدینہ منورہ میں یہود کے مقابلے میں انصار کے پاس زرعی زمینیں زیادہ تھیں اور مختلف قسم کے باغات تھے۔ ان باغات میں کھجور، انگور، انار، کیلا، شفتالو (خوخ) اور امرود وغیرہ پیدا ہوتے تھے۔ مدینہ منورہ میں پانی کی کثرت تھی۔ چشمے، کنویں اور بارشوں کے دنوں میں برساتی نالے جاری ہوتے تھے پھر یہ لوگ زراعت کے فن میں بڑے ماہر تھے۔ انہوں نے کھجوروں کی کئی اقسام پیدا کی تھیں۔ حجاز کا دوسرا خطہ زراعتی لحاظ سے اور آب وہوا اور بہترین موسم کے لحاظ سے طائف کا علاقہ ہے۔ اس میں اناج، پھل فروٹ اور سبزیاں بکثرت پیدا ہوتی تھیں طائف کے لوگ اپنے پھل اور سبزیاں ارد گرد کے علاقوں میں فروخت کے لیے بھیجتے تھے۔

یہی صورت اور حالت آج بھی موجود ہے مکہ مکرمہ میں کافی مقدار میں سبزیاں اور پھل طائف سے آتے ہیں۔ طائف ٹھنڈا علاقہ ہونے کی وجہ سے تفریحی مقام تھا اور آج بھی گرمیاں گزارنے کا بہترین مقام ہے۔ شاعر عمر بن ربیعہ نے اپنی محبوبہ کا ذکر کرتے ہوئے کہا ہے۔

تشتوا بمكة نعمة، وتصيفها بالطائف

"وہ ناز پروردہ جاڑے مکے میں گزارتی ہے اور گرمیاں طائف میں بسر کرتی

ہے"۔

صحابہ کرام کی خوشحالی کی ایک بڑی وجہ ان کے پاس زرعی زمینیں، جاگیریں اور پیداواری خطے ہونا ہے۔ خاص طور پر یہ زرعی خوشحالی یہودی قبیلوں بنو قریظہ، بنی قینقاع، بنو نضیر اور خیبر کے یہودیوں کی جلاوطنی کے بعد آئی کیونکہ ان کی زمینیں ان کو ملیں۔

۴: کاشت کاری کرنا

صحابہ کرام میں سے کافی حضرات ایسے تھے کہ اپنی زمین خود کاشت کرتے، اپنے ہاتھوں سے کام کرتے یا بڑے زمینداروں کی زمینیں بٹائی پر یا ٹھیکے پر لے کر کاشت کرتے تھے۔ اسلامی حکومت قائم ہونے کے بعد اس نے بڑے زمینداروں کا استحصالی نظام ختم کر کے عادلانہ زرعی نظام قائم کیا جس کی وجہ سے کاشتکاروں کے پاس رزق کی فراوانی ہوگئی۔ پھر باغات کے ٹھیکے لینے اور دینے کا رواج عام تھا جس کی بنا پر خوشحالی آئی، اسلامی مملکت میں ہر شہری خوشحالی کی زندگی گزارنے لگا۔ اس خوشحالی کی وجہ سے ان میں انفاق اور سخاوت کا جذبہ بڑھ گیا جس کا منظر ان کی زندگیوں میں نظر آتا ہے۔

۵: عطیات وہدایا کا ملنا

صحابہ کرام میں بعض اصحاب جیسے نبی اکرم ﷺ کے خاندان کے افراد، بدری صحابہ، بعض کبار صحابہ اور نبی ﷺ کے خدام کو لوگ ہدیے اور عطیے دیتے تھے۔ یہ ہدایا ان کی شخصیتوں، دینی کاموں میں مصروفیت و انہماک، ان کی پاکیزہ سیرتوں اور ان کے تقویٰ و اخلاص کی بنا پر دیے جاتے تھے لہٰذا ان کے پاس جو دوسخا کشادہ دستی اور دادودہش کے لیے مال جمع ہو جاتا تھا۔ بہت سے واقعات سیرت نگاروں نے لکھے کہ ایک طرف سے ہدیہ آیا اور دوسرے ہاتھ سے اسے تقسیم کر دیا۔ بعض اوقات اسی مجلس میں بیٹھے بیٹھے ہزاروں درہم و دینار مستحقین، ضرورتمندوں اور دوست احباب میں تقسیم کر دیتے تھے۔ سیرت نگاروں نے سیکڑوں واقعات عطیوں اور ہدیوں کے رقم کیے ہیں یہاں صرف ایک واقعہ بیان کیا جارہا ہے۔

ایک مرتبہ حضرت ابوایوب انصاریؓ حضرت عبداللہؓ بن عباس کے پاس گئے،

گفتگو میں پوچھنے پر ابوایوبؓ انصاری نے اپنے اوپر بیس ہزار درہم قرضہ بتایا، ابن عباس نے چالیس ہزار درہم اور بیس غلام ان کی خدمت کے لیے ہدیہ دیے اور اپنا گھر مع سازوسامان ان کے حوالے کر دیا اور خود گھر سے اہل وعیال کو لے کر نکل گئے (حافظ ابن حجر عسقلانی)۔
صحابہ کرام کی خاص طور پر مدینہ منورہ میں مقیم صحابہ کی خوشحالی کی ایک وجہ ان کو ہدایا وعطایا کا ملنا تھا۔

۶: ملازمتوں سے آمدنی

اسلامی حکومت نے وسعت اختیار کی جو نبی اکرم ﷺ کے آخری دور میں یمن، شام اور عراق کی سرحدوں تک پھیلی تو اس کے لیے کارکنوں کی ضرورت ہوئی۔ پھر خلفائے راشدین کے زمانے میں یہ وسعت چاروں اطراف پھیلتی گئی جس کی وجہ سے اسے کارکنوں، عاملوں اور ملازمین رکھنے کی ضرورت ہوئی چنانچہ صحابہ کرام میں سے کچھ لوگ اسلامی حکومت کے ملازم ہوئے اور انہیں ملازمت کے سلسلے میں وظیفے (تنخواہیں) ملنے لگے۔ اس سے ان میں خوشحالی اور فارغ البالی آئی، ان کے ہاتھ کشادہ ہوئے جس کی بنا پر انہوں نے انفاق فی سبیل اللہ میں بھرپور کشادگی اختیار کی۔

ب۔ صحابہ کرام کی اجتماعی و حکومتی آمدنیاں:

۱: مال غنیمت

صحابہ کرام اور مجاہدین اسلام کی اجتماعی آمدنیوں کا بڑا حصہ غزوات، سرایا اور جہادی مہمات سے ہوتا تھا اگرچہ روزِ اوّل سے مسلمانوں کا مطمح نظر جہادی غزوات و سرایا اور مہمات سے مال کمانا، مال لوٹنا، منڈیاں تلاش کرنا، اپنی قوم کی آمدنیاں بڑھانا ہرگز نہیں تھا اور آج بھی نہیں ہے اس لیے کہ قرآن و حدیث کی رہنمائی اور آپؐ کی سیرت طیبہ کا نمونہ اس بارے میں واضح ہے۔ اس بارے میں دو آراء نہیں ہیں اور نہ ہی یہ مسئلہ اختلافی ہے بلکہ یہ متفق علیہ مسائل واحکامات میں سے ایک ہے۔

مال غنیمت درحقیقت جہاد کے دنیاوی اثرات وثمرات میں سے ایک ثمرہ ہے جو خود بخود حاصل ہوتا ہے۔ یہ ایسے ہے جیسے ایک شخص نماز باجماعت اللہ تعالیٰ کے حکم کی

پیروی کرتے ہوئے اللہ کی رضا و خوشنودی چاہتے ہوئے ادا کر رہا ہے لیکن اس سے روحانی سکون، معاشرتی و تمدنی، اخلاقی، معاشی اور سیاسی فوائد خود بخود حاصل ہو رہے ہیں۔ اس طرح ایک شخص اللہ کی اطاعت رضا اور آخرت کی نعمتوں کے لیے روزہ رکھ رہا ہے لیکن اس سے روحانی، اخلاقی، معاشرتی اور بدنی صحت و فوائد خود بخود حاصل ہو رہے ہیں۔ اسی طرح جہاد سے جملہ دیگر فوائد کے ساتھ مالی معاشی فوائد خود بخود حاصل ہو رہے ہیں البتہ نیت صاف اور واضح ہونی چاہیے۔

صحابہ کرام کو مختلف غزوات و سرایا اور جہادی مہمات سے کافی مال غنیمت حاصل ہوا تھا۔ ذیل میں چند غزوات کا ذکر کیا جاتا ہے۔

سریہ زید بن حارث میں بہت سا سامان سونے چاندی کے سکے، برتن اور چاندی بطور مال غنیمت آئے جن کی مالیت تیس ہزار درہم تھی۔ بیت المال کا خمس لے کر باقی اصحاب سریہ میں تقسیم کر دیا گیا۔ (طبقات ابن سعد۔ بیان سرایا)

سریہ ابو قتادہ بن ربعی انصاری کے مال غنیمت میں دو سو اونٹ اور دو ہزار بکریاں آئیں۔ غزوہ مریسیع میں دو ہزار اونٹ اور پانچ ہزار بکریاں مال غنیمت میں آئیں اور چھ سو مرد، عورتیں اور بچے قیدی بنائے گئے۔ بعد میں رہا کر دیے گئے البتہ مال غنیمت میں سے خمس (۱/۵) حصہ لے کر باقی اموال شرکاء غزوہ میں تقسیم کر دیا گیا۔

غزوہ حنین میں سب سے زیادہ مال غنیمت ہاتھ آیا تھا جس کی مختصر جھلک یہ ہے کہ چھ ہزار جنگی قیدی، چوبیس ہزار اُونٹ، چالیس ہزار سے زیادہ بکریاں اور چار ہزار اوقیہ چاندی تھی۔ تقسیم کے وقت آپؐ نے اپنا خمس جو مصالح عامہ کے لیے تھا وہ نکال کر باقی مال فوج میں تقسیم کر دیا۔ اس مال غنیمت میں بعض سرداروں کو مال زیادہ دیا۔ تاہم اس تقسیم کے بعد فی کس چار اونٹ اور چالیس بکریاں ملیں۔ (شاہکار اسلامی انسائیکلوپیڈیا سید قاسم محمود)

ان دو چار مثالوں سے اندازہ کیجیے کہ مال غنیمت سے صحابہ مالدار ہو گئے اور انہوں نے انفاق و جود و سخا کو کشادہ دستی سے جاری کیا۔ لہٰذا صحابہ کرام کی آمدنی کا بڑا حصہ غزوات بھی تھے۔ جن سے یہ لوگ خوشحال بن گئے۔

۲: زکوٰۃ وصدقات سے آمدنی

اسلامی مملکت میں جو غرباء، یتامیٰ، مساکین اور بیوائیں ہوتی تھیں ان کو زکوٰۃ اور دیگر صدقات سے اتنا کچھ ملتا تھا کہ کوئی غریب نہیں رہتا تھا اور ہر گھر میں خوشحالی ہو جاتی تھی۔ مدینہ منورہ میں غربت وتنگی کی جو روایات ملتی ہیں وہ یا تو ابتدائی دور کی ہیں جب لوگوں کی اتنی آمدنیاں نہیں ہوتی تھیں یا اختیاری اور عزیمتی فقر ہے جو بعض لوگوں نے اختیار کیا ہوا تھا ورنہ ہر شخص کو مختلف جائز ذرائع سے بہت کچھ ملتا تھا اور کوئی شخص تنگ دست اور حاجتمند باقی نہیں رہتا تھا۔

جب حضرت عمرؓ کے دور خلافت میں آپؐ کی یہ پیشگوئی نمایاں ہو گئی تھی کہ یمن سے ایک عورت زیوارت سے لدی ہوئی مدینہ منورہ آئے گی اور اسے کسی ڈاکو اور چور کا ڈر نہیں ہو گا اور مدینہ منورہ میں ایک شخص زکوٰۃ دینے کے لیے نکلے گا اور کوئی زکوٰۃ لینے والا مستحق نہیں ملے گا جب ہر شخص کے پاس مال مختلف جائز ذرائع سے آئے گا تو وہ لامحالہ خرچ کرے گا اور انفاق فی سبیل اللہ کے مناظر کثرت سے نظر آئیں گے۔

۳: اموال فیئ

فیٔ (ف ی ء) کے لغوی معنی لوٹنے اور باب افعال (افاء) کے معنی ہیں لوٹانا، پھیرنا، اصطلاحی معنی ہیں وہ اموال، جائیدادیں، زمینیں، اور سامان جو دشمن بھاگتے وقت چھوڑ جائے اور مسلمانون کو بغیر لڑائی لڑے حاصل ہو جائے۔ یہ اموال کافی مقدار میں اسلامی حکومت کو حاصل ہوئے خاص طور پر خیبر، فدک، وادی القریٰ اور کئی علاقوں سے زیادہ حاصل ہوئے۔

سورۃ حشر کی آیات ۶ تا ۱۰ میں اس کا تفصیل سے ذکر آیا ہے۔ فیٔ پر کلی تصرف کا اختیار حکومت کو ہے چنانچہ سورۃ حشر کی آیات میں بتایا گیا ہے کہ یہ اموال اللہ، اس کے رسول، آپؐ کے قریبی رشتہ دار، یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کے لیے ہیں۔ نیز یہ اموال ان مہاجروں کے لیے ہیں جو اپنے گھر اور علاقوں سے خالی ہاتھ نکالے گئے ہیں۔ ان انصاروں کے لیے ہیں جنہوں نے انہیں پناہ دی ہے اور خوش دلی سے خوش آمدید کہا اور بعد میں آنے

والے لوگوں کے لیے ہیں۔(سورۃ الحشر ۵۹)

چنانچہ فیٔ کے اموال آپؐ اور آپ کے خلفائے راشدین نے حکومت کے مقاصد میں استعمال کیے۔ بہر حال اموال فیٔ صحابہ کرام اور مدینہ کے باشندوں میں خوشحالی، رزق کی فراوانی اور اموال کی کثرت کا سبب بنے۔ ایک طرف اسلامی حکومت مضبوط ہوئی تو دوسری طرف رعایا میں فارغ البالی اور خوشحالی آئی جس کی بناپر وہ کثرت سے انفاق کرنے لگے۔

۴: صحابہ کرامؓ کی بے جا خرچ اور اسراف سے کنارہ کشی

صحابہ کرام کے ہاں مال کی فراوانی اور کثرت کی ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ یہ حضرات معاشرتی خرابیوں، برائیوں اور خراب کاموں اور عادتوں سے دُور تھے۔ تاریخ کی کتابیں کنگھالنے اور باریک بینی سے دیکھنے کے باوجود شاید ہی کوئی واقعہ صحابہ کرام کی ذاتی اور اخلاقی زندگیوں میں اس قسم کا نظر آئے معاشرتی رِیتوں، رسموں اور جکڑ بندیوں سے وہ دُور تھے، بے جا خرچ اور نام ونمود سے وہ بَری تھے، ظلم وزیادتیوں سے وہ عاری تھے غرض یہ کہ جس پہلو سے دیکھا جائے ان کی زندگیاں معیاری نظر آتی ہیں۔ قرآن مجید نے ان کی پاکیزگی ،بلند اخلاقی اور رحم دلی کی گواہی اس طرح دی ہے۔ ارشاد ہے:

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا ؗ سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ؕ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ (الفتح ۴۸: ۲۹)

”محمد اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں کفار پر سخت اور آپس میں رحیم ہیں تم جب دیکھو گے انہیں رکوع، سجود اور اللہ کے فضل اور اس کی خوشنودی کی طلب میں پاؤ گے، سجود کے اثرات ان کے چہروں پر موجود ہیں جن سے وہ الگ پہچانے جاتے ہیں۔ یہ ہے اور ان کی صفت توراۃ میں“۔

قرآن و حدیث اور سیرت طیبہ اور صحابہ کرام کی سوانح حیات میں جو صفات ملتی ہیں وہ نہایت پاکیزہ، اعلیٰ اور اتم ہیں۔ اگر ہزار میں سے کوئی ایک خطا یا ناشائستہ حرکت سرزد

ہو جاتی ہے تو اس کا احساس ہوتے ہی اس سے رجوع کر لیا جاتا ہے اور توبہ کر لی جاتی ہے۔

۵: پاکیزہ زندگیاں

ان باتوں کو دیکھتے ہوئے کہ ان کی آمدنی کے متعدد ذرائع ہونے، ان کے مالی معاملات درست ہونے، اموال میں برکت ہونے، ان کی فراوانی، کثرت اور بڑھوتری کی بڑی وجہ یہ ہے کہ ان کی زندگیاں اسراف اور گناہ کے کاموں میں خرچ کرنے سے محفوظ تھیں۔ دوسری طرف انفاق میں کشادگی و دریادلی اور جود وسخا کی فراوانی ہے یہی منظر ان کی زندگیوں میں عام نظر آتا ہے۔

رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ ذلک لمن خشی ربہ

اللھم صل وسلم علی محمد وآلہ واصحابہ اجمعین

حضرت ابو بکر صدیقؓ اور خدمتِ خلق

ابتدائے اسلام میں اسلام لانے والوں میں سب سے زیادہ شفقت ورحمت والے سیّدنا ابو بکر صدیقؓ تھے۔ ان کی رحمت و شفقت پر ایک حدیث ہر خطیب جمع و عیدین کے خطبے میں پڑھتا ہے۔ اَرْحَمُ اُمَّتِیْ اَبُوْبَکر "میری امت میں سب سے زیادہ امت کے افراد پر رحم کرنے والے ابو بکر ہیں"۔

اللہ کی راہ میں انفاق کرنا

حضرت ابو بکرؓ کی نرم دِلی کا اندازہ حضرت عائشہ صدیقہؓ (م ۵۷ھ) کے اس تبصرہ سے عیاں ہوتا ہے۔ جو یہ ہے " مدینہ منورہ میں جب حضور ﷺ نے فرمایا کہ ابو بکرؓ سے کہو کہ میری جگہ نماز پڑھائے تو حضرت عائشہؓ نے جواب دیا کہ یارسول اللہ وہ بہت نرم دل ہیں اور آپؐ کی جگہ پر کھڑے نہیں ہو سکیں گے۔ اس پر حضور ﷺ نے دوبارہ اور سہ بارہ نماز پڑھانے کا حکم دیا تو انہوں نے نماز پڑھائی۔

حضرت ابو بکر عام الفیل کے سال مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے جو ۵۷۱ء بنتا ہے۔ ان کا جاہلیت کا نام عبد العزیٰ تھا۔ نبی ﷺ نے عبداللہ رکھا۔ آپ کی کنیت ابو بکر اور لقب عتیق اور صدیق ہے۔ آپ کپڑوں کی دیانت سے تجارت کرتے تھے اس لیے جلد ہی مالدار بن گئے تھے۔ آپ کے خاندان کی چار پشتیں صحابہ میں سے ہیں۔ آپ نبی ﷺ کے سسر، آپؐ کی وفات کے بعد خلیفۂ اوّل رہے اور ۲۲ جمادی الثانی ۱۳ھ میں وفات پائی۔ حضرت ابو بکر صدیق شروع ہی سے حلیم الطبع، نرم دل، غریبوں اور مسکینوں کا خیال کرنے والے اور اللہ کی راہ میں خرچ کرنے والے تھے۔ جب وہ اسلام لائے تو اس وقت ان کے پاس چالیس ہزار درہم نقد تھے جو سارے اللہ کی راہ میں خرچ کر دیے۔ جب مدینہ منورہ ہجرت کرنے لگے تو اس وقت صرف پانچ ہزار درہم بچے تھے جو آپ جاتے ہوئے اپنے ساتھ لے گئے۔ حضرت

صدیق اکبرؓ کی خدمتِ خلق اور شفقت کے چند کارنامے ذیل میں دیے جا رہے ہیں:

i۔ غلاموں کی آزادی

حضرت ابو بکر صدیقؓ نے مکہ مکرمہ میں ان غلاموں کو خرید کر آزاد کیا جن پر کفار بے حد ظلم کرتے تھے اور اسلام چھوڑنے کے لیے جبر کرتے تھے۔ ان غلاموں میں حضرت بلال بن رباح، عامر بن فہیرہ، ابوفقیہہ، حضرت لبینہ، حضرت زنیرہ، حضرت نہدیہ اور اُم عبیس رضوان اللہ علیہم تھیں۔

سیرت نگار لکھتے ہیں کہ یہ نام تو ان غلاموں کے ہیں جو مشہور تھے البتہ ان کے علاوہ بھی انہوں نے غلام آزاد کیے ہیں۔

ii۔ مکہ سے ہجرت اور ابن دُغنہ کی گواہی

اصحاب السیر نے ان کی ہجرت کے بارے میں لکھا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے مسلمانوں کو حبش کی طرف ہجرت کا حکم دیا۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ آنحضرت ﷺ کی جدائی گوارا نہیں کر سکتے تھے لیکن چونکہ یہ ہجرت (مصائب و شدائد) سے بچنے کے لیے نہیں تھی بلکہ آزادی کے ساتھ عبادتِ الٰہی کرنے اور دعوت و تبلیغ کی غرض سے تھی، اس بنا پر حضرت ابو بکر صدیقؓ نے بھی حبشہ کی ہجرت کا ارادہ کر لیا لیکن ابھی برک الغماد جو مکہ سے یمن کی جانب پانچ دن کی مسافت پر ہے، وہاں پہنچے ہی تھی کہ ابن دُغنہ جو قبیلہ قارہ کا سردار تھا، ملاقات ہو گئی۔ ابن دُغنہ نے پوچھا ابو بکر کہاں کا ارادہ ہے؟ حضرت صدیق نے کہا: "میری قوم نے مجھے مکے سے نکال دیا ہے، اس لیے اب چاہتا ہوں کہ سیاحت کروں اور اپنے رب کی آزادی سے عبادت کروں"۔ ابن دُغنہ بولا " تم جیسے شخص کو کیسے شہر بدر کیا جا سکتا ہے اور نہ تمہیں وہاں سے نکلنا چاہیے۔ تم غریبوں کی مالی امداد کرتے ہو، صلہ رحمی کرتے ہو، اپاہجوں کا سہارا ہو اور حق کی راہ میں آنے والے حوادث کا مقابلہ کرتے ہو"۔ چلو میں تمہیں اپنی پناہ میں لیتا ہوں اور واپس مکے لے چلتا ہوں۔ وہاں تم اللہ تعالیٰ کی عبادت آزادی سے کرنا۔ چنانچہ ابن دُغنہ حضرت ابو بکر کو اپنے ساتھ مکے لے آیا۔ حضرت ابو بکر کے جو اوصاف اس نے بیان کیے تھے۔ انہی کا حوالہ دے کر کہا کہ غضب ہے، تم ایسے شخص

کو شہر میں رہنے نہیں دیتے۔

قریش نے کہا کہ اگر وہ چھپ کر عبادت کریں تو ہم ان سے تعرض نہیں کریں گے۔ سو وہ یہاں کچھ دنوں تک تو پوشیدہ طور پر عبادت کرتے رہے لیکن آخر ان سے رہا نہ گیا، اپنے گھر کے صحن میں ایک مسجد بنالی۔ یہاں نماز پڑھتے اور قرآن مجید کی بلند آواز سے تلاوت کرتے، تو قریش کی عورتیں، نوجوان اور چرواہے اردگرد جمع ہو جاتے اور اثر پذیر ہوتے۔ قریشیوں نے ابن دُغنہ سے شکایت کی کہ ابو بکر معاہدہ کی خلاف ورزی کر رہے ہیں۔ ان سے کہو کہ اگر ان کو تمہاری پناہ میں رہنا ہے تو معاہدہ کے مطابق عبادت اور تلاوت چھپ کر کریں اور اگر وہ اس پر رضامند نہ ہو تو تمہاری پناہ سے دست کش ہو جائیں۔ ابن دغنہ نے حضرت ابو بکر سے یہی بات کہی۔ آپ نے فرمایا: مجھے تمہاری پناہ کی ضرورت نہیں ہے، اب میں اللہ کی پناہ میں آتا ہوں۔

iii۔ غریب خاندانوں کی مالی امداد

حضرت ابو بکر صدیقؓ ایسے خاندانوں کی مدد کرتے تھے جو معاشی لحاظ سے غریب اور نادار تھے، ان میں سے حضرت مِسطح آپ کے خالہ زاد بھائی بھی تھے۔ یہ ہجرت کر کے مدینہ منورہ آئے تو ان کے پاس کچھ بھی نہ تھا۔ لہٰذا ابو بکرؓ نے ان کا ماہانہ وظیفہ مقرر کر دیا۔ حضرت عائشہ پر افک کی الزام تراشی ہوئی تو وہ سادگی کی وجہ سے ان لوگوں میں شامل ہو گئے جنہوں نے حضرت عائشہ پر الزام تراشی میں حصہ لیا تھا۔ حضرت ابو بکر کو ان کے اس رویے سے بہت دکھ پہنچا اور ان کا ماہانہ وظیفہ بند کر دیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور تم میں سے مالدار اور کشادگی رکھنے والے لوگ قسم نہ کھائیں کہ وہ غریبوں، مسکینوں اور اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کو کچھ نہیں دیں گے۔ لیکن ان کو چاہیے کہ معاف کر دیں اور درگزر کریں۔ کیا تم پسند نہیں کرتے کہ اللہ تمہارے گناہ معاف کر دے۔ اللہ بخشنے والا رحم کرنے والا ہے" (سورہ نور ۲۴: ۲۲)۔ ابو بکر نے جب یہ آیت سنی تو پکار اٹھے، ہاں میں چاہتا ہوں کہ اللہ مجھے معاف کر دے۔ یہ کہہ کر مسطح کا مالی وظیفہ دوبارہ جاری کر دیا۔ (تفسیر ابن کثیر)

iv۔ بدر کے قیدیوں پر شفقت

ہجرت کے بعد دوسرے سال مسلمانوں اور کفارِ مکہ کے درمیان معرکۂ بدر برپا ہوا۔ اس میں مسلمانوں کو شاندار فتح اور کفار کو بری طرح شکست ہوئی۔ اس میں تقریباً ستر کفار قتل ہوئے اور ستر قیدی بنے۔ قیدیوں کے انجام کے بارے میں نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کرامؓ سے رائے طلب کی۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے ازراہِ شفقت و رحمت اپنی رائے دی "یارسول اللہ! یہ آپ کے رشتہ دار اور عزیز و اقارب ہیں۔ لہٰذا ان کو فدیہ لے کر آزاد کردیں"۔ اس بارے میں مختلف آراء آنے کے بعد فدیہ لے کر ان کو آزاد کردیا گیا جو حضرت ابو بکر کی رائے کے موافق تھا۔

v۔ عام جنگی حالات میں رحمت و شفقت

حضرت ابو بکرؓ نے جہاں زمانۂ امن اور عام حالات میں انفرادی و اجتماعی رحمت و شفقت کا مظاہرہ کیا اور انسانوں کی خدمت کی، وہاں حالتِ جنگ میں بھی انسانی جانوں کے احترام، سلامتی اور حفاظت کی تاکید کی ہے۔ ایک لشکر روانہ کرتے وقت انہوں نے فوجیوں کو اہم وصیتیں کی ہیں، ان میں سے ایک کا تذکرہ کیا جاتا ہے:

" انسانو! ذرا رُکو، میں آپ کو دس وصیتیں کرنا چاہتا ہوں۔ انہیں اپنے دل میں جگہ دو۔ (۱) خیانت نہ کرنا (۲) دھوکے سے مال نہ کھانا (۳) اپنے امراء کی نافرمانی نہ کرنا (۴) کسی کا مثلہ (انسانی جان کی بے حرمتی) نہ کرنا (۵) کسی بچے، بوڑھے یا عورت کو قتل نہ کرنا (۶) کھجور یا دوسرے پھلدار درخت نہ کاٹنا (۷) غذائی ضرورت کے سوا بکری، گائے یا اُونٹ ذبح نہ کرنا (۸) آپ کا گزر ایسے لوگوں پر ہوگا جو دنیا کو چھوڑ کر عبادت گاہوں میں گوشہ نشین ہوگئے وہ جس اللہ کی رضا کی خاطر خلوت میں جاکر بیٹھے ہیں اس کی خاطر ان کو ہاتھ نہ لگانا (۹) آپ کو ایسے لوگ بھی ملیں گے جو قسم قسم کے طعام آپ کو پیش کریں گے، بار بار ایسے طعام کھا کر اللہ کو نہ بھلانا (۱۰) آپ کو ایسے لوگ بھی ملیں گے جن کے سر کے بال درمیان سے کٹے ہوئے ہوں گے اور ارد گرد چوٹیاں چھوڑی ہوئی ہوں گی، ایسے لوگوں کو تلواروں سے ڈرا دینا لیکن قتل نہ کرنا۔ اب اللہ کا نام لے کر آگے بڑھو۔ اللہ تعالیٰ آپ کو

نیزوں اور تلواروں سے محفوظ رکھے"۔ (البدایہ والنہایہ)

صدیق اکبر کی طبیعت میں جو عمومی رحمت و شفقت تھی اور معاشرے کے کمزور طبقوں کی فکر رہتی تھی، اس کی ایک جھلک اس نصیحت سے دیکھی جاسکتی ہے۔ یہ نصیحت پڑھ کر اور پھر آج کے جنگی قوانین دیکھیں اور ان کی عملی صورت دیکھیں تو معلوم ہو گا کہ وہ دور کتنا اعلیٰ وارفع اور سنہری تھا جس کا آج تصور بھی مشکل ہے۔

vi۔ معذور اور بے سہارا لوگوں کی دیکھ بھال

حضرت ابو بکرؓ اگرچہ نہایت جلیل القدر خلیفہ تھے لیکن غریبوں اور ضرورتمند لوگوں کا معمولی کام کرنے میں بھی ان کو دریغ نہیں ہوتا تھا اور نہایت خاموشی سے وہ ایسے کام کرنے میں مسرت محسوس کرتے تھے۔ مدینہ منورہ میں ایک نابینا عورت تھی جس کا کام حضرت عمرؓ آکر کرنا چاہتے تھے لیکن چند روز بعد انہیں معلوم ہوا کہ ان سے پہلے کوئی اور شخص آکر اس عورت کا تمام کام کر جاتا ہے یہ سیّدنا ابو بکر صدیقؓ تھے۔ (ابن کثیر ج ۲: ۲۹)

مسندِ خلافت پر جلوہ افروز ہونے سے پہلے محلہ کی بعض لڑکیوں کو بکریوں کا دودھ دوہ دیتے تھے۔ خلیفہ ہونے کے بعد ایک بھولی بھالی لڑکی کو فکر لاحق ہوئی کہ اب ہماری بکریوں کا دودھ کون دوہے گا۔ حضرت ابو بکر نے سنا تو فرمایا: اللہ کی قسم! میں اب بھی بکریاں دوہوں گا، خلافت مجھ کو خدمتِ خلق سے باز نہیں رکھ سکتی۔ (ابن کثیر ص ۲۹۱۔ طبقات ابن سعد)

vii۔ ہر بات میں غرباء کا خاص خیال رکھنا

حضرت عائشہ روایت کرتی ہیں کہ جب ابا جان کے انتقال کا وقت آیا تو مجھ سے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ کو کتنے کپڑوں میں کفنایا گیا تھا۔ میں نے کہا تین کپڑوں میں۔ آپ اس وقت دو پرانے کپڑے پہنے ہوئے تھی۔ ان کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: تو بس میرے یہ دونوں کپڑے اور ایک تیسرا کپڑا بازار سے خرید کر مجھ کو کفن دے دینا۔ اُم المومنین نے کہا: ابا جان! ہم تینوں کپڑے بازار سے خرید سکتے ہیں۔ ارشاد ہوا: بیٹی! نئے کپڑوں کے زندہ لوگ بنسبت مُردوں کے زیادہ مستحق ہیں۔ کفن کے دونوں کپڑے تو لہو اور پیپ کے لیے اور خراب ہونے کے لیے ہیں۔ سبحانہ اللہ! آخری لمحات میں بھی مسکینوں، حاجتمندوں اور

غریبوں کا کتنا خیال تھا۔

وفات: صدیق اکبرؓ نے ۲۲ جمادی الثانی ۱۳ھ بروز دوشنبہ (پیر) کے دن مغرب اور عشاء کے درمیان وفات پائی اور نبی اکرم ﷺ کے ساتھ روضہ اطہر میں آرامی ہوئے۔ حضرت ابوبکر صدیق کا دورِ خلافت بہت ہی مختصر عرصے کا تھا جو دو سال دو ماہ اور چند دن کا ہے۔ اس عرصے میں آپ کے سامنے ملک و ملت کے ایسے گھمبیر مسائل اور مشکلات پیش آئیں کہ اگر ان کو خداداد بصیرت، دانش اور نبی ﷺ کی تعلیم و تربیت سے حل نہ کرتے تو اسلامی حکومت کا ہمیشہ کے لیے خاتمہ ہو سکتا تھا۔ اس لیے آپ کو رفاہی کاموں کا اور خدمت خلق کے تعمیری کاموں کا زیادہ موقع نہیں مل سکا لیکن پھر بھی اجتماعی اور انفرادی طور پر جو کچھ کیا ان کی ایک جھلک مذکورہ بالا واقعات میں دیکھی جا سکتی ہے۔

حضرت عمرؓ اور رفاہِ عامہ کے انفرادی و اجتماعی کام

اسلامی حکومت کی ابتدائی تاریخ میں جن صحابہ کرام نے خدمتِ خلق اور رفاہِ عامہ کے انفرادی و اجتماعی کام کی بنیادیں رکھیں، ان میں حضرت عمرؓ کا نام سرفہرست ہے۔ آپ نے انفرادی طور پر خدمتِ خلق کا کام کرنے کے ساتھ ساتھ حکومتی سطح پر رفاہِ عامہ کے بڑے کارنامے سرانجام دیے۔ آپ کے انفرادی کاموں کی تفصیل اگرچہ کم ملتی ہے، تاہم نمونہ کے طور پر کچھ واقعات دیے جا رہے ہیں:

پیدائش و وفات: حضرت عمر بن خطاب بن نفیل بن عبدالعزی کی پیدائش ۵۸۳ء ہے ان کا سلسلہ نسب نبی ﷺ سے عدی بن کعب پر ملتا ہے۔ آپ کی والدہ کا نام ختم تھا۔ آپ نسب دانی، شہسواری، سپہ گری، پہلوانی اور مقرری (تقریر کرنے) میں ماہر تھے۔ آپ نے تجارت کا پیشہ اختیار کیا۔ آپ نے قریش کی سفارت کاری بھی کی ہے۔ (الفاروق مولانا شبلی)

i۔ مدینہ منورہ میں ایک نابینا عورت

مدینہ منورہ میں ایک نابینا عورت رہتی تھی جس کے گھریلو کام کاج کرنے کے لیے حضرت عمرؓ آتے تھے لیکن چند روز بعد انہیں معلوم ہوا کہ ان سے پہلے کوئی اور شخص آکر اس عورت کے تمام کام کاج کر جاتا ہے۔ ان کو اب یہ معلوم کرنے کا شوق پیدا ہوا کہ یہ کون شخص ہے۔ ایک شب وہ اس کی نگرانی کے لیے چھپ کر بیٹھے رہے تو یہ دیکھ کر ان کی حیرت کی انتہاء نہ رہی کہ یہ شخص حضرت ابوبکر تھے جو خلیفہ ہونے کے باوجود پوشیدہ طور پر اس نابینا عورت کے گھر آتے اور اس کے گھریلو کام کر جاتے تھے۔

ii۔ غلاموں کو اہمیت دینا

غلاموں کے ساتھ انفرادی برتاؤ میں اکثر غلاموں کو بلا کر ساتھ کھانا کھلایا کرتے

اور حاضرین کو سنا کر کہتے تھے کہ اللہ ان لوگوں پر لعنت کرے جن کو غلاموں کے ساتھ کھانے سے عار ہے۔ سردارانِ فوج کو لکھ بھیجا کہ تمہارا کوئی غلام کسی قوم کو امان دے تو وہ امان تمام مسلمانوں کی طرف سے سمجھی جائے گی اور فوج کو اس کا پابند ہونا ہوگا۔ (الفاروق مولانا شبلی)

iii۔ غلامی کا رواج کم کرنا

حضرت عمرؓ نے اگرچہ غلامی کو معدوم (بالکل ختم) نہیں کیا لیکن اس میں شبہ نہیں کہ انہوں نے مختلف طریقوں سے اس کے رواج کو کم کر دیا اور جس قدر قائم رکھا اس خوبی سے رکھا کہ غلامی نہیں بلکہ برادری اور ہم سری رہ گئی۔ عرب میں تو انہوں نے سرے سے اس کا استیصال کر دیا چنانچہ حکومت کی باگ ڈور سنبھالنے کے ساتھ ہی پہلا کام یہ تھا کہ حضرت ابو بکرؓ کے زمانے میں جو عربی قبائل مرتدہ لونڈی اور غلام بنائے گئے تھے، سب آزاد کر دیے اور اس کے ساتھ یہ اصول قائم کر دیا کہ اہلِ عرب کسی کے غلام نہیں ہو سکتے۔ ان کا یہ قول منقول ہے: لَا یُسْتَرَقُ عَرَبِیٌ (عربی کو غلام نہیں بنایا جا سکتا)۔

پھر انہوں نے یہ حکم دیا کہ غلاموں کو اپنے قریبی عزیز و اقارب سے جدا نہ کیا جائے جیسے باپ بیٹا، ماں بیٹی اور بیٹا اور سگے بھائی بہنیں ایک ساتھ خرید و فروخت ہوتے تھے۔ حضرت عمرؓ کا غلاموں کے ساتھ مساوات، احترام اور عزت و برتاؤ کا نتیجہ تھا کہ غلاموں میں بڑے ائمہ حدیث، فقیہ اور عالم بنے۔

اجتماعی و ملّی سوچ

حضرت عمرو بن العاصؓ نے جب مصر میں فسطاط شہر آباد کیا تو سرکاری عمارتوں کے ساتھ ایک مکان خاص حضرت عمرؓ کے لیے تعمیر کرایا لیکن حضرت عمرؓ نے اس کے بارے میں لکھ بھیجا کہ یہ میرے کس کام کا ہے۔ اسے کسی اجتماعی کام میں لگایا جائے تو وہاں بازار آباد کرایا گیا۔ یہ ان کی اجتماعی سوچ کی ایک جھلک ہے۔

i۔ پبلک ورکس (رفاہِ عامہ کے کام)

حضرت عمرؓ کے دورِ خلافت کی جو امتیازی خصوصیات ہیں، اُن میں ایک رفاہِ عامہ

کے وہ کام ہیں جو آپ نے بڑے وسیع پیمانے پر کرائے جو طویل عرصے تک لوگوں کو نفع دیتے رہے ہیں پھر یہی کام آنے والے خلفاء، سربراہانِ مملکت اور بادشاہوں کے لیے نمونہ بنے، ان میں سے چند ایک کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

الف) نہر ابی موسیٰ

بصرہ میں ان دنوں میٹھے پانی کی سخت کمی تھی اور چھ میل سے پانی لایا جاتا تھا۔ حضرت عمرؓ نے کوفہ کے لوگوں کی شکایت پر ابوموسیٰ اشعری کو دجلہ سے نہر کھود کر پانی لانے کا حکم دیا چنانچہ دجلہ سے ۹ میل لمبی نہر کھود کر بصرہ لائی گئی اور گھر گھر میٹھا پانی پہنچایا گیا۔

ب) نہر مَعقَل

یہ نہر دجلہ سے کاٹ کر لائی گی۔ اس کی تیاری کا کام معقل بن یسار کے ذمہ تھا، اس لیے ان کے نام سے یہ مشہور ہوگئی۔

ج) نہر سعد

یہ نہر انبار والوں کے مطالبے پر نکالی گئی اور سعد بن ابی وقاصؓ (وفات ۵۵ھ) نے اپنی گورنری کے زمانے میں حضرت عمرؓ کے حکم پر یہ سعد کے نام سے مشہور ہوگئی۔

د) نہر امیر المومنین (نہر سویز)

مصر میں سب سے بڑی فائدہ رساں نہر جو حضرت عمر کے خاص حکم سے بنی، یہ وہ نہر تھی جو نہر امیر المومنین کے نام سے مشہور ہوئی۔ اس نہر کے ذریعہ دریائے نیل کو بحر قلزم سے ملایا گیا۔ یہ نہر ۶۹ میل لمبی تھی اور چھ ماہ میں تیار ہوگئی۔ یہ تجارتی اور سواری کے جہازوں کے لیے استعمال ہوتی رہی ہے۔ دریائے نیل سے بحر قلزم میں جہاز آکر جدہ اور عرب کے دیگر حصوں میں پہنچتے۔ اس سے مصر اور عرب کے لوگوں کو بہت فائدہ ہوا۔ تجارت بڑھی اور قحط کے دنوں میں اناج پہنچتا رہا۔

ii۔ عمارتیں تعمیر کروانا

حضرت عمرؓ نے مختلف نوعیت کی عمارتیں بنوائیں، مساجد تعمیر کرائیں جن کی تعداد چار ہزار ہے۔ فوجی چھاؤنیاں، دفاتر، دارالامارہ، قید خانے وغیرہ، ان عمارتوں میں سے صرف ان کا تذکرہ کیا جاتا ہے جو رفاہِ عامہ اور سماجی خدمات سے متعلق ہیں:

مہمان خانے

مہمان خانوں کی عمارتیں اس لیے تعمیر کی گئیں کہ باہر سے آنے والے جو دو چار دن کے لیے شہر میں آتے جاتے تھے وہ ان مکانات میں ٹھہرائے جاتے تھے۔ کوفہ میں جو مہمان خانہ بنا، اس کی نسبت علامہ احمد بلاذری (وفات ۸۹۲) نے لکھا: انہوں (حضرت عمرؓ) نے حکم دیا کہ جو لوگ دور دراز علاقوں سے آتے ہیں، ان کے قیام کے لیے مکان بنایا جائے (فتوح البلدان)۔ مدینہ منورہ میں مہمان خانہ ۱۷ ہجری میں تعمیر ہوا۔ ابن حبان نے کتاب الشقاہ میں اس کا تذکرہ کیا ہے۔ یہ علم میں رہے کہ اس وقت تک سادگی کا زمانہ تھا لہٰذا یہ عمارتیں کچی تھیں۔

سڑکوں اور پلوں کا انتظام

حضرت عمرؓ نے رفاہِ عامہ کے لیے سڑکیں اور پل بنانے کا خاص اہتمام کیا۔ یہ دونوں طریقوں سے کیا گیا۔ ایک حکومت کی طرف سے بیت المال سے تعمیر کا کام ہوتا تھا، دوسرا مفتوحہ علاقوں اور مفتوحہ قوموں کی طرف سے ہوتا تھا۔ ان سے باقاعدہ معاہدہ ہوتا تھا کہ وہ سڑک، پل وغیرہ اپنے اہتمام سے اور اپنے خرچ سے بنوائیں گے۔ حضرت ابوعبیدہؓ نے شام فتح کیا تو شرائط میں یہ کام بھی شامل تھا۔ کتاب الخراج میں ہے۔ وعلی ان علیھم ارشاد الضال وبناء القناطر علی الانھار من اموالھم

"ان شرائط میں سے یہ بھی ہے کہ وہ بھولے بھٹکے لوگوں کی رہنمائی کریں گے اور نہروں پر اپنے خرچ سے پل بنائیں گے"۔

مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ تک چوکیاں اور سرائیں

مکہ مکرمہ اگرچہ مدتوں سے قبلہ گاہ خلائق تھا لیکن اس کے راستے بالکل ویران اور

بے آب و گیاہ تھے۔ حضرت عمرؓ ۱۷ ہجری میں جب مکہ مکرمہ گئے تو یہ حالت محسوس کی اور ہر منزل پر چوکیاں، سرائیں اور چشمے تیار کرنے کا حکم صادر کیا۔ شاہ ولی اللہؒ نے ازالۃ الخفاء میں لکھا ہے "جس سال انہوں نے عمرے کی غرض سے مکہ مکرمہ کا سفر کیا تو واپسی پر حکم دیا کہ وہ سفری منزلیں جو حرمین کے درمیان ہیں، ان میں سایہ اور آرام کرنے کے لیے جگہ کا بندوبست کیا جائے۔ وہ کنویں جو مٹی سے اَٹ گئے ہیں، انہیں صاف کیا جائے اور جہاں پانی کے کنویں نہیں، وہاں کنویں کھودے جائیں تاکہ حجاج کو سفر میں سہولتیں حاصل ہوں"۔

iii۔ غریبوں اور مسکینوں کے لیے وظیفے

حضرت عمرؓ نے اہتمام کیا تھا کہ ان کے زیرِ انتظام مسکینوں میں جس قدر اپاہج، بوڑھے اور مفلوج وغیرہ ہوں گے، ان کے لیے تنخواہیں بیت المال سے مقرر کردی جائیں۔ لاکھوں آدمی، فوجی دفتر میں داخل تھے جن کو گھر بیٹھے خوراک ملتی تھی۔ یہ وظیفہ ان کی غذائی ضرورت کے لیے کافی تھا۔ اس پر ایک شخص نے کہا کہ کیا غلام کے لیے بھی؟ فرمایا"ہاں غلام کے لیے بھی"۔

غرباء اور مساکین کے لیے بلا تخصیص مذہب حکم تھا کہ بیت المال سے ان کے روزینے (وظیفے) مقرر کردیے جائیں۔ انہوں نے بیت المال کے عامل کو لکھ کر بھیجا کہ خدا کے اس قول سے کہ انما الصدقات للفقراء والمساکین۔ فقراء سے مسلمانوں اور مساکین سے اہل کتاب مراد ہیں۔

iv۔ لنگر خانے

اکثر شہروں میں مہمانوں کے لیے مہمان خانے تعمیر کرائے جہاں مسافروں کو بیت المال کی طرف سے کھانا ملتا تھا۔ چنانچہ کوفہ کے مہمان خانے کا ذکر کیا گیا ہے۔ مدینہ منورہ میں جو لنگر خانہ تھا، اکثر وہاں خود جا کر اپنے اہتمام سے کھانا کھلواتے تھے۔

v۔ لاوارث بچے

اولاد لقطہ یعنی گمنام بچے جن کو مائیں شاہراہ پر ڈال جاتی تھیں، ان کے لیے ۱۸ ہجری میں یہ انتظام کیا کہ جہاں اس قسم کا کوئی بچہ ملے، اس کے دودھ پلانے اور دیگر مصارف

کا انتظام بیت المال سے کیا جائے چنانچہ ان مصارف کے لیے سو درہم سالانہ مقرر ہوئے تھے۔ پھر سال بہ سال ان میں اضافہ ہوتا تھا۔ پاکستان میں یہ طریقہ عبدالستار ایدھی نے اختیار کیا ہوا ہے۔

vi۔ یتیموں کی خبر گیری

یتیموں کی پرورش اگر ان کی جائیداد ہوتی تھی تو اس کی حفاظت کا نہایت اچھا اہتمام کرتے تھے اور اکثر تجارت کے ذریعے اسے ترقی دیتے رہتے تھے۔ ایک دفعہ حکم بن ابی العاص سے کہا کہ میرے پاس یتیموں کا جو مال جمع ہے وہ زکوٰۃ نکالنے کی وجہ سے گھٹتا جا رہا ہے۔ تم اس کو تجارت میں لگاؤ اور جو نفع ہو واپس کر دو چنانچہ دس ہزار کی رقم حوالہ کی اور وہ بڑھتے بڑھتے لاکھ تک پہنچ گئی۔

vii۔ قحط کا انتظام

۱۸ ہجری میں جب عرب میں قحط پڑا تو عجب سرگرمی ظاہر کی۔ اوّل بیت المال کا تمام نقد و غلہ صرف کیا۔ پھر تمام صوبوں کے افسروں کو لکھا کہ ہر جگہ سے غلہ روانہ کیا جائے چنانچہ حضرت ابو عبیدہ نے چار ہزار اونٹ غلہ سے لدے ہوئے بھیجے، عمرو بن العاص نے بحر قلزم کی راہ سے بیس جہاز روانہ کیے جن میں ایک ایک میں تین تین ہزار اردب غلہ تھا۔ حضرت عمرؓ ان جہازوں کے ملاحظہ کے لیے خود بندرگاہ تک گئے جس کا نام جار تھا اور مدینہ منورہ سے تین منزل ہے۔ بندرگاہ میں دو بڑے بڑے مکان بنوائے اور زید بن ثابت کو حکم دیا کہ قحط زدوں کا نقشہ بنائیں۔ چنانچہ بقید نام اور مقدار غلہ رجسٹر تیار ہوا۔ ہر شخص کو چیک (پرچہ) تقسیم کیا گیا جس کے مطابق اس کو روزانہ غلہ ملتا تھا۔ چیک پر حضرت عمرؓ کی مہر ثبت ہوتی تھی۔ اس کے علاوہ ہر روز ۲۰ اُونٹ خود اپنے اہتمام سے ذبح کراتے تھے اور قحط زدوں کو کھانا پکوا کر کھلاتے تھے۔ اس موقع پر یہ بات خاص طور پر بتا دینے کے قابل ہے کہ حضرت عمرؓ کو اگرچہ ملک کی پرورش اور پرداخت کا اتنا کچھ اہتمام تھا لیکن ان کی فیاضی ایشیائی قسم کی فیاضی نہ تھی جس کا نتیجہ کاہلی اور مفت خوری کا رواج دنیا میں ہوتا ہے۔

viii۔ رفاہِ عامہ

رفاہِ عام کے متعلق حضرت عمرؓ کی نکتہ سنجی

ایشیائی سلاطین و امراء کی فیاضیوں کا ذکر عموماً بڑے ذوق و شوق سے کیا جاتا ہے لیکن لوگ اس بات کا خیال نہیں کرتے کہ اس سے جہاں ایک بادشاہ کی مدح نکلتی ہے دوسری طرف قوم کا دریوزہ گر (بھکاری) ہونا اور انعام و بخشش پر لو لگائے بیٹھے رہنا بھی ثابت ہوتا ہے۔ یہی ایشیائی فیاضیاں تھیں جس نے آج ہماری قوم میں لاکھوں آدمی ایسے پیدا کر دیے ہیں جو خود ہاتھ پاؤں ہلانا نہیں چاہتے اور نذر و نیاز وغیرہ پر اوقات بسر کرتے ہیں۔

لیکن حضرت عمرؓ اس سے بے خبر نہ تھے، وہ اس بات کی سخت کوشش کرتے تھے کہ لوگوں میں کاہلی اور مفت خوری کا مادہ پیدا نہ ہونے پائے۔ جن لوگوں کی تنخواہیں اور خوراک مقرر کی تھی، وہ صرف وہ لوگ تھے جن سے کبھی نہ کبھی فوجی خدمت کی توقع ہو سکتی تھی یا جنہوں نے پہلے کوئی نمایاں خدمت کی ہوئی تھی اور وہ ضعف اور بیماری کی وجہ سے خود کسب معاش نہیں کر سکتے تھے۔ ان اقسام کے علاوہ وہ کبھی اور قسم کی فیاضی کو روا نہیں رکھتے تھے۔ علامہ ماوردی نے الاحکام السلطانیہ میں لکھا ہے کہ محتسب کا فرض ہے کہ ایسے لوگوں کو جو کھانے کمانے کے قابل ہوں اور باوجود اس کے صدقہ اور خیرات لیتے ہوں، تنبیہ و تادیب کرے۔ اس کے بعد علامہ موصوف نے اس کی سند میں حضرت عمرؓ کے اس فعل سے استدلال کیا اور لکھا ہے کہ وقد فعل عمر مثل ذلک بقوم من اہل الصدقة۔ (الاحکام السلطانیہ مطبوعہ مصر ص ۲۳۵)

ان کا معمول تھا کہ جب کسی شخص کو ظاہر میں خوشحال دیکھتے تو دریافت فرماتے کہ یہ کوئی پیشہ بھی کرتا ہے؟ اور جب لوگ کہتے کہ نہیں تو فرماتے کہ یہ شخص میری آنکھ سے گر گیا۔ ان کا مقولہ تھا کہ مکسبة فیہا دنائة خیر من مسالة الناس یعنی ذلیل پیشہ بھی لوگوں سے سوال کرنے کے بہ نسبت اچھا ہے، مفت خوری کا موقع تو زیادہ تر علماء و صوفیاء کو ملتا ہے، ان کے زمانے تک صوفیاء تو پیدا نہیں ہوئے تھے لیکن علماء کو انہوں نے اعلانیہ مخاطب کر کے کہا لاتکونوا عیالاً علی المسلمین یعنی مسلمانوں پر اپنا بار نہ ڈالو۔ (سیرۃ العمرین

لابن الجوزی)

ix۔ جزئیات پر توجہ

حضرت عمرؓ کی تاریخ زندگی میں ایک عجیب بات یہ ہے کہ اگرچہ ان کو ہمیشہ بڑے اہم امور سے سابقہ رہتا تھا تاہم نہایت چھوٹے چھوٹے کام بھی وہ خود انجام دے لیتے تھے اور اس کے لیے ان کو وقت اور فرصت کی تنگی محسوس نہیں ہوتی تھی۔ ان میں ایسے کام بھی ہوتے تھے جن کا اختیار کرنا بظاہر شانِ خلافت کے خلاف تھا لیکن ان کو کسی کام سے عار نہ تھا۔

روزینہ داروں کے جو روزینے مقرر تھے اکثر خود جا کر تقسیم کرتے تھے۔ قدید اور عسفان مدینہ سے کئی منزل کے فاصلے پر دو قصبے ہیں جہاں قبیلہ خزاعہ کے لوگ آباد تھے۔ ان دونوں مقاموں میں خود تشریف لے جاتے تھے۔ روزینہ داروں کا دفتر ہاتھ میں ہوتا تھا۔ ان کو دیکھ کر چھوٹے بڑے سب کے سب گھروں سے نکل آتے تھے اور حضرت عمرؓ خود اپنے ہاتھ سے تقسیم کرتے جاتے تھے۔ اکثر ایسا ہوتا تھا کہ دارالصدقہ میں جاتے اور ایک ایک اونٹ کے پاس کھڑے ہو کر ان کے دانت گنتے اور ان کا حلیہ قلمبند کرتے۔

طبری نے ابو حذیفہ کے حوالے سے لکھا ہے کہ ان کا معمول تھا کہ مجاہدین کے گھروں پر جاتے اور عورتوں سے کہتے کہ تم کو کچھ بازار سے منگوانا ہو تو میں لا دوں، وہ لونڈیاں ساتھ کر دیتیں۔ حضرت عمرؓ خود چیزیں خریدتے اور ان کے حوالے کرتے۔ مقام جنگ سے قاصد آتا اور اہل فوج کے خطوط لاتا تو خود ان کے گھروں میں پہنچا آتے تھے اور کہتے کہ فلاں تاریخ تک قاصد واپس جائے گا جواب لکھوا رکھو تاکہ اس وقت تک روانہ ہو جائے۔ کاغذ، قلم اور دوات خود مہیا کر دیتے اور جس گھر میں کوئی حرف شناس نہ ہوتا خود چوکھٹ کے پاس بیٹھ جاتے اور گھر والے جو لکھواتے، لکھتے جاتے۔

حضرت عمرؓ نے انسانی فطرت، ضرورت اور خواہش کا لحاظ کرتے ہوئے فوجیوں، مجاہدوں اور سرکاری کاموں میں گھروں سے دور رہنے والوں کو چار ماہ بعد گھر آنے اور اپنے گھر والوں کی خیر و عافیت معلوم کرنے کے لیے چھٹی دینے کا رواج ڈالا۔

X۔رعایا کی شکایتوں سے واقفیت کے وسائل

ان کی سب سے زیادہ توجہ اس بات پر مبذول رہتی تھی کہ رعایا کی کوئی شکایت ان تک پہنچنے سے نہ رہ جائے۔ یہ معمول بنا رکھا تھا کہ ہر نماز کے بعد صحن مسجد میں بیٹھ جاتے اور جس کو جوان سے کہنا سننا ہوتا کہتا۔ کوئی نہ ہوتا تو تھوڑی دیر انتظار کر کے اٹھ جاتے۔ (کنز العمال جلد دوم ص ۲۳۰) راتوں کو دورہ کیا کرتے۔ سفر میں راہ چلتوں سے حالات پوچھتے۔ بیرونی اضلاع سے جو سرکاری قاصد آتے ان سے ہر قسم کی پرسش خود کرتے۔

xi۔سفارت

ایک عمدہ طریقہ دریافت حالات کا یہ تھا کہ تمام اضلاع سے ہر سال سفارتیں آتیں اور وہ ان مقامات کے متعلق ہر قسم کی ضروری باتیں پیش کرتے، اس سفارت کو وفد کہتے تھے اور یہ عرب کا قدیم دستور تھا لیکن حضرت عمرؓ نے اپنے زمانے میں اس سے وہ کام لیا جو آج کل جمہوری سلطنتوں میں رعایا کے قائم مقام ممبر انجام دیتے ہیں۔

حضرت عمرؓ کے زمانے میں مختلف اضلاع سے جو سفارتیں آئیں اور جس طرح انہوں نے اپنی مقامی ضرورتیں پیش کیں، اس کا حال عقد الفرید وغیرہ میں بتفصیل ملتا ہے۔

xii۔شام کا سفر اور رعایا کی خبر گیری

ان تمام باتوں پر بھی ان کو تسلی نہ ہوتی تھی فرماتے کہ عمال رعایا کی پروا نہیں کرتے اور ہر شخص مجھ تک پہنچ نہیں سکتا۔ اس بنا پر ارادہ کیا تھا کہ شام، جزیرہ، کوفہ اور بصرہ کا دورہ کریں اور ہر جگہ دو دو مہینے ٹھہریں لیکن موت نے فرصت نہ دی۔ تاہم آخری دفعہ جب شام کا سفر کیا تو ایک ایک ضلع میں ٹھہر کر لوگوں کی شکایتیں سنیں اور دادرسی کی۔ اس سفر میں ایک پر عبرت واقعہ پیش آیا۔ دارالخلافہ کو واپس آرہے تھے کہ راہ میں ایک خیمہ دیکھا، سواری سے اتر کر خیمہ کے قریب گئے ایک بوڑھی عورت نظر آئی۔ اس سے پوچھا عمر کا کچھ حال معلوم ہوا؟

اس نے کہا ہاں شام سے روانہ ہو چکا لیکن اللہ اس کو غارت کرے، آج تک مجھ کو اس کے ہاں سے ایک حبہ بھی نہیں ملا۔

حضرت عمرؓ نے کہا، اتنی دور کا حال عمر کو کیونکر معلوم ہو سکتا ہے۔

بولی کہ "اس کو رعایا کا حال معلوم نہیں تو خلافت کیوں کرتا ہے"۔ حضرت عمرؓ کو سخت رقت ہوئی اور بے اختیار رو پڑے۔ ہم اس موقع پر متعدد حکایتیں نقل کرتے ہیں جس سے اندازہ ہوگا کہ رعایا کے آرام و آسائش اور خبر گیری میں ان کو کس قدر سرگرمی اور ہمدردی تھی۔

xiii۔ دیگر واقعات

ایک دفعہ ایک قافلہ مدینہ منورہ میں آیا اور شہر کے باہر اترا، اس کی خبر گیری اور حفاظت کے لیے خود تشریف لے گئے۔ پہرہ دیتے پھرتے تھے کہ ایک طرف سے رونے کی آواز آئی۔ ادھر متوجہ ہوئے دیکھا تو ایک شیر خوار بچہ ماں کی گود میں رو رہا تھا۔ ماں کو تاکید کی کہ بچہ کو بہلائے۔ تھوڑی دیر کے بعد پھر ادھر سے گزر ہوا تو بچے کو روتا پایا۔ غیظ میں آکر فرمایا کہ تو بڑی بے رحم ماں ہے۔

اس نے کہا کہ تم کو اصل حقیقت معلوم نہیں خواہ مخواہ مجھ کو دق کرتے ہو۔ بات یہ ہے کہ عمرؓ نے حکم دیا ہے کہ بچے جب تک ماں کا دودھ نہ چھوڑیں، بیت المال سے ان کا وظیفہ مقرر نہ کیا جائے۔ میں اس غرض سے اس کا دودھ چھڑاتی ہوں اور یہ اس وجہ سے روتا ہے۔ حضرت عمرؓ کو رقت ہوئی اور کہا کہ ہائے عمر! تو نے کتنے بچوں کا خون کیا ہوگا؟ اسی دن سے منادی کرادی کہ بچے جس دن سے پیدا ہوں اسی تاریخ سے ان کے روزینے مقرر کر دیے جائیں۔

اسلم (حضرت عمرؓ کا غلام) کا بیان ہے کہ ایک دفعہ حضرت عمرؓ رات کو گشت کے لیے نکلے۔ مدینہ سے تین میل پر صرار نامی ایک مقام ہے۔ وہاں پہنچے تو دیکھا کہ ایک عورت کچھ پکا رہی ہے اور دو تین بچے رو رہے ہیں۔ پاس جاکر حقیقت حال دریافت کی۔ اس نے کہا کہ کئی وقتوں سے بچوں کو کھانا نہیں ملا۔ ان کے بہلانے کے لیے خالی ہانڈی میں پانی ڈال کر چڑھادی ہے۔ حضرت عمرؓ اسی وقت اٹھے۔ مدینہ میں آکر بیت المال سے آٹا، گوشت، گھی اور کھجوریں لیں اور اسلم سے کہا کہ میری پیٹھ پر رکھ دو، اسلم نے کہا کہ میں لیے چلتا ہوں، فرمایا ہاں! لیکن قیامت کے روز میرا بار تم نہیں اٹھاؤ گے، غرض سب چیزیں خود اٹھا کر لائے اور

عورت کے آگے رکھ دیں، اس نے آٹا گوندھا، ہانڈی چڑھائی۔ حضرت عمرؓ خود چولہا پھونکتے جاتے تھے۔ کھانا تیار ہوا تو بچوں نے خوب سیر ہو کر کھایا اور اچھلنے کودنے لگے، حضرت عمرؓ بچوں کو دیکھتے تھے اور خوش ہوتے تھے۔ عورت نے کہا، خدا تم کو جزائے خیر دے سچ یہ ہے کہ امیر المومنین ہونے کے قابل تم ہو نہ کہ عمرؓ۔

ایک دفعہ رات کو گشت کر رہے تھے کہ ایک بدو اپنے خیمہ سے باہر زمین پر بیٹھا ہوا تھا۔ پاس جا کر بیٹھے اور ادھر ادھر کی باتیں شروع کیں۔ دفعۃً خیمہ سے رونے کی آواز آئی۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا کہ کون روتا ہے؟ اس نے کہا میری بیوی دردِ زہ میں مبتلا ہے۔ حضرت عمرؓ گھر پر آئے اور ام کلثوم (حضرت عمرؓ کی زوجہ) کو ساتھ لیا۔ بدو سے اجازت لے کر ام کلثوم کو خیمہ میں بھیجا۔ تھوڑی دیر بعد بچہ پیدا ہوا۔ اُم کلثوم نے حضرت عمرؓ کو پکارا کہ امیر المومنین اپنے دوست کو مبارکباد دیجیے۔ امیر المومنین کا لفظ سن کر بدو چونک پڑا اور مؤدب ہو کر بیٹھا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ نہیں کچھ خیال نہ کرو۔ کل میرے پاس آنا میں اس بچہ کی تنخواہ مقرر کر دوں گا۔

عبد الرحمن بن عوف کا بیان ہے کہ ایک دفعہ حضرت عمرؓ رات کو میرے مکان پر آئے میں نے کہا آپ نے کیوں تکلیف کی مجھ کو بلا لیا ہوتا۔ فرمایا کہ ابھی مجھے معلوم ہوا ہے کہ شہر سے باہر ایک قافلہ اترا ہے لوگ تھکے ماندے ہوں گے آؤ ہم تم چل کر پہرہ دیں۔ چنانچہ دونوں اصحاب گئے اور رات بھر پہرہ دیتے رہے۔

جس سال عرب میں قحط پڑا ان کی عجیب حالت ہوئی۔ جب تک قحط رہا گوشت، گھی، مچھلی غرض لذیذ چیز نہ کھائی۔ نہایت خضوع سے دعائیں مانگتے تھے "اے خدا! محمد ﷺ کی امت کو میری شامتِ اعمال سے تباہ نہ کرنا"۔ ان کے غلام اسلم کا بیان ہے کہ قحط کے زمانے میں حضرت عمرؓ کو جو فکر و تردد رہتا تھا، اس سے قیاس کیا جاتا تھا کہ اگر قحط ختم نہ ہوا تو وہ اسی غم میں تباہ ہو جائیں گے (کنز العمال جلد ۶، ص ۳۴۲)۔ قحط کا جو انتظام حضرت عمرؓ نے کیا تھا۔ اس کو ہم اوپر لکھ آئے ہیں۔

ایک دفعہ ایک بدو ان کے پاس آیا اور یہ اشعار پڑھے:

ترجمہ: اے عمر! لطف اگر ہے تو جنت کا ہے میری لڑکیوں کو کپڑے پہنا۔ خدا کی قسم تجھ کو یہ کرنا ہو گا"۔

حضرت عمرؓ نے فرمایا اور میں تمہارا کہنا نہ کروں تو کیا ہو گا، بدو نے کہا:

"تجھ سے قیامت کے روز میری نسبت سوال ہو گا اور تو ہکا بکا رہ جائے گا، پھر یا دوزخ کی طرف یا بہشت کی طرف جانا ہو گا"۔

حضرت عمرؓ اس قدر روئے کہ داڑھی تر ہو گئی، غلام سے کہا کہ میرا یہ کرتا اس کو دے۔ اس وقت اس کے سوا اور کوئی چیز میرے پاس نہیں۔ (سیرۃ العمرین وازالۃ الخفاء)

سعید بن یربوع ایک صحابی تھے جن کی آنکھیں جاتی رہی تھیں۔ حضرت عمرؓ نے ان سے کہا کہ آپ جمعہ میں کیوں نہیں آتے، انہوں نے کہا کہ میرے پاس آدمی نہیں کہ مجھ کو راستہ بتائے، حضرت عمرؓ نے ایک آدمی مقرر کیا جو ہمیشہ ان کے ساتھ ساتھ رہتا تھا۔ (اسد الغابہ تذکرہ سعد بن یربوع)

ایک دفعہ لوگوں کو کھانا کھلا رہے تھے۔ ایک شخص کو دیکھا کہ بائیں ہاتھ سے کھا رہا ہے۔ پاس جا کر کہا کہ داہنے ہاتھ سے کھاؤ۔ اس نے کہا کہ جنگِ موتہ میں میرا دایاں ہاتھ جاتا رہا۔ حضرت عمرؓ کو رقت ہوئی۔ اس کے برابر بیٹھ گئے اور وہ رو کر کہنے لگے کہ افسوس تم کو وضو کون کراتا ہو گا؟ سر کون دھوتا ہو گا؟ کپڑے کون دھوتا ہو گا؟ پھر ایک نوکر مقرر کر دیا اور اس کے لیے تمام ضروری چیزیں خود مہیا کر دیں۔

یہ واقعہ اور اس قسم کے بہت سے ایسے واقعات ہیں جو حضرت عمرؓ کی انفرادی اور اجتماعی سماجی خدمات کو واضح کرتے ہیں۔

حضرت عمرؓ کے ان واقعات سے جہاں ان کی شخصیت اور کردار واضح ہوتا ہے، وہاں اسلامی حکومت کا فلاحی، اصلاحی اور عوامی ہونا واضح ہوتا ہے۔ (یہ تمام واقعات "الفاروق" شبلی سے ماخوذ ہیں)

ذوالنورین حضرت عثمانؓ بن عفان کے رفاہی کام

حضرت عثمان بن عفان بن ابوالعاص بن امیہ بن عبدالشمس بن عبد مناف چھٹی پشت میں نبی اکرم ﷺ کے نسب سے مل جاتے ہیں۔ آپ کی کنیت ابوعبداللہ تھی۔ یہ عبداللہ سیدہ رقیہ کے بطن سے ان کے فرزند تھے جو چھ سال کی عمر میں ۴ ہجری میں فوت ہو گئے۔

حضرت عثمان عام الفیل کے چھ سال بعد تولد ہوئے۔ ہجرت نبوی کے وقت وہ عمر کی چالیس منزلیں گزار چکے تھے۔ آپ کا قد درمیانہ، داڑھی مبارک گھنی اور لمبی اور خوبصورت دانت تھے۔ کبھی سیاہ قمیص اور کبھی کرتا زیب تن کرتے تھے۔

ہجرت

انہوں نے نبوت کے اعلان عام کے دوسرے سال اور نبوت کے پانچویں سال ماہ رجب میں قریش کے بعض مسلمان معززین کے ساتھ حبشہ کی پہلی ہجرت کی۔ اس میں حضرت رقیہ ان کے ساتھ تھیں۔ یہ لوگ ہجرت میں تین ماہ حبشہ میں رہنے کے بعد ایک افواہ کی وجہ سے شوال کے مہینے میں واپس مکہ لوٹ آئے۔ جب حبشہ کی دوسری ہجرت ہوئی تو اس میں اپنی اہلیہ کے ساتھ پھر حبشہ گئے اور وہاں پر ہی مقیم رہے تا آنکہ جب نبی ﷺ نے مدینہ ہجرت کی تو حبشہ سے سیدھے مدینے آئے اور یہاں پر ہی بس گئے۔ مدینے میں ان کی مواخات اوس بن ثابت سے کرائی گئی اور اپنے بھائی کے گھر ایک عرصہ مقیم رہے مسلمان جب ہجرت کر کے مدینے آئے تو میٹھے پانی کی قلت تھی۔ پانی کا ایک بڑا کنواں اور بقول بعض کے چشمہ تھا جو ایک یہودی کی ملکیت تھا۔ یہ یہودی اس کا پانی مہنگے داموں فروخت کرتا تھا جو ہر ایک کی قوت خرید سے باہر تھا۔ نبی اکرم ﷺ نے اسے خرید کر وقف کرنے کی اپیل کی اور اس کے عوض جنت کا وعدہ فرمایا۔ چنانچہ حضرت عثمان نے آدھا کنواں بارہ ہزار درہم

میں خرید کر مسلمانوں کے لیے وقف کر دیا۔ کچھ عرصے کے بعد یہودی نے دوسرا نصف بھی آٹھ ہزار درہم میں فروخت کر دیا اور انہوں نے یہ بھی وقف کر دیا۔ مدینہ منورہ میں یہ پہلا وقف ہے۔ بعض کے نزدیک یہ دوسرا ہے اور پہلا وقف مسجدِ نبوی کی زمین ہے۔

مسجد نبوی کی متعدد مرتبہ تعمیر و توسیع

حضرت عثمان کے سرمائے، کوشش اور دلچسپی سے ان کے ہاتھوں مسجد نبوی کی دو مرتبہ توسیع اور تعمیر ہوئی ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے ۷ ہجری میں فتح خیبر کے بعد مسجد میں نمازیوں کے لیے تنگی محسوس کی۔ اس پر آپ نے توسیع کا ارادہ کیا۔ مسجد کے پاس ایک شخص کا گھر تھا، صاحب خانہ نے گھر بیچنے پر آمادگی ظاہر کی اس پر آپ نے صحابہ سے فرمایا کہ کوئی ہے جو اس شخص کا مکان خرید کر مسجد میں شامل کرے تو اللہ اسے جنت میں اس سے بہتر گھر عطا کرے گا چنانچہ حضرت عثمان اس شخص کے پاس پہنچے اور اس کا وہ مکان خرید کر آپ کی خدمت میں پیش کیا اس پر آپؐ بہت خوش ہوئے اور حضرت عثمان کو جنت کی بشارت دی۔

حضرت عثمان کے عہد میں مسجد نبوی کی توسیع اور تعمیر

سات ہجری میں بنی ہوئی مسجد عہد صدیقی اور عہد فاروقی میں اسی ہیئت اور حال پر قائم رہی جب عہد عثمانی کا وقت آیا اور فتوحات بڑھیں اور مسجد میں نمازیوں کی کثرت ہوئی اور مسجد تنگ ہونے لگی تو حضرت عثمان غنی نے اس کی توسیع اور تعمیر کا عزم کیا اور اردگرد سے مکانات خرید کر مسجد میں شامل کرنے کا ارادہ کیا لیکن بعض حضرات نے اپنے مکان بیچنے سے انکار کر دیا۔ خلیفہ وقت نے زبردستی یا دین کے نام پر کسی سے مکان نہیں لیا بلکہ ان کو آمادہ کرتے رہے۔ آخر یہ لوگ مکان فروخت کرنے پر تیار ہوئے تو آپ نے پرانی مسجد شہید کر کے نہایت مضبوط اور بہترین مسجد تعمیر کرائی۔ اس کی دیواریں منقش پتھروں اور چھت ساگوان کی عمدہ لکڑی کی بنوائی۔ یہ تعمیر دس ماہ تک جاری رہی اور ۳۰ھ میں تیار ہوگئی۔ تعمیر کے دوران حضرت عثمان گھوڑے پر سوار ہو کر مسجد کے اردگرد چکر لگاتے،

کاریگروں کی ہمت افزائی کرتے اور انعام بھی دیتے۔ حضرت عمر کے دنوں میں مسجد کے چھ دروازے تھے۔ انہوں نے وہ چھ کے چھ برقرار رکھے اور یہ دروازے مضبوط، خوبصورت اور پائیدار بنوائے۔

حضرت عمر کی مسجد لمبائی میں ایک سو چالیس ہاتھ اور چوڑائی میں ایک سو بیس ہاتھ تھی۔ حضرت عثمان کی مسجد کی لمبائی ایک سو ساٹھ ہاتھ اور چوڑائی ایک سو پچاس ہاتھ ہو گئی۔

مسجد حرام کی توسیع

۲۶ ہجری میں حضرت عثمان غنی عمرے کے لیے مکہ مکرمہ آئے تو مسجد حرام کے ارد گرد کے مکانات بھاری قیمت پر خرید کر مسجد میں شامل کر دیے۔ اس طرح مسجد حرام کی توسیع ان کے ہاتھوں سے ہوئی۔

اس توسیع کا پس منظر یہ تھا کہ رات کو عمرے سے فارغ ہو کر انہوں نے سوچا اسلام اور اسلامی سلطنت کی توسیع ہو رہی ہے اور آگے چل کر مسجد حرام آنے والے حجاج اور زائرین کے لیے تنگ ہو جائے گی چنانچہ انہوں نے مسجد حرام کے اطراف میں رہنے والوں سے ان کے مکانات خرید کر مسجد میں شامل کر دیے اس طرح مسجد کشادہ ہو گئی۔

غزوہ تبوک کی تیاری میں امداد

تبوک دمشق اور مدینہ منورہ کے درمیان ایک مقام ہے۔ ۹ ہجری کا واقعہ ہے کہ نبی ﷺ کو اطلاع ملی کہ روم کا عیسائی حاکم ہرقل مسلمانوں سے لڑنے کے لیے ایک بڑا لشکر تیار کر رہا ہے تاکہ مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی طاقت کو روک دے چنانچہ اس نے ایک طرف اپنی فوج کے سپاہیوں کو ایک سال کی تنخواہیں دی اور دوسری طرف علاقے کے بڑے قبائل کو اپنے ساتھ ملا لیا۔

نبی ﷺ نے اس کے مقابلے کی تیاری کی۔ یہ تیاری ایسے وقت ہو رہی تھی کہ ایک طرف سخت گرمی کا موسم تھا دوسری طرف باغات کے پھل پک رہے تھے۔ اس لیے یہ بڑی آزمائش بھی تھی لیکن آپؐ کے صحابہ سب تیار ہو گئے اور تیس ہزار کا لشکر ترتیب دیا گیا

اس لیے اس غزوے اور لشکر کو جیش العسرۃ بھی کہا جاتا ہے۔

اس موقع پر سیدنا عثمان غنی نے لشکر کی تیاری میں جو مدد کی وہ بے مثال اور اسلامی تاریخ میں یادگار اور انفاق فی سبیل اللہ کا عظیم نمونہ ہے۔ عثمان غنی نے جہاں تیس ہزار کے لشکر کی تیاری میں بڑا حصہ ادا کیا وہاں ایک ہزار اونٹ، ستر گھوڑے اور ایک ہزار سونے کے دینار دیے۔ نبی اکرم ﷺ نے یہ دینار اپنے دامن میں لے کر فرمایا: آج کے بعد عثمان کو کوئی عمل نقصان نہیں دے گا (احمد و ترمذی) بعض راویوں نے ایک ہزار کے بجائے دس ہزار دینار لکھے ہیں۔

تبوک پہنچنے کے بعد ایک دن ایسا آیا کہ لشکر کی خوراک ختم ہو گئی اور لوگ بھوک سے نڈھال ہونے لگے۔ حضرت عثمان غنی نے یہ حال دیکھا تو اردگرد کی بستیوں میں اپنے ساتھ رقم لے کر گئے اور کھانے پینے کا بہت سا سامان لے کر آئے اور آپ کو پیش کیا۔ اس پر آپ بہت ہی خوش ہوئے اور فرمایا: یا اللہ میں عثمان سے راضی ہوں، آپ بھی راضی ہو جائیں۔ آپ نے یہ دعا تین مرتبہ کی اور صحابہ سے بھی فرمایا کہ آپ لوگ بھی عثمان کے لیے دعا کریں۔ چنانچہ سب نے مل کر دعا کی۔

اہل بیت کی خدمت

حضرت عائشہ نے روایت کی کہ ایک مرتبہ آپ ﷺ اور آپؐ کے اہل خانہ پر ایسا وقت آیا کہ چار دن تک چولہا نہیں جلا اور بچے بھوک کی وجہ سے رونے لگے۔ آپ میرے گھر میں تشریف لائے اور پوچھا کہ کھانے پینے کی کوئی چیز ہے؟ میں نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ آپ کے ذریعہ کوئی چیز دلا دے تو ہو سکتا ہے ورنہ اور کہاں سے ملے گی۔ آپؐ وضو فرما کر اللہ کی تسبیح بیان کرتے ہوئے گھر سے نکلے اور نماز پڑھی اور دعا مانگی۔

عصر کے وقت حضرت عثمان نے اندر آنے کی اجازت مانگی۔ میں نے اجازت دی۔ انہوں نے آپ ﷺ کے بارے میں معلوم کیا۔ میں نے بتایا کہ آپؐ کے اہل بیت نے چار دن سے کچھ بھی نہیں کھایا اور آپؐ بھی کھانے کی کسی چیز کی موجودگی کا پوچھ کر اور نہ ہونے کا جواب سن کر باہر نکل گئے ہیں۔ یہ سن کر حضرت عثمان کی آنکھوں میں آنسو بھر

آئے اور مجھے فرمایا کہ ام المومنین تمہیں چاہیے کہ جب کھانے پینے کی تنگی ہو تو میری طرف یا عبدالرحمن بن عوف یا دوسرے مالدار صحابہ کی طرف پیغام بھیجیں یہ کہہ کر چلے گئے اور تھوڑی دیر کے بعد اونٹ پر لاد کر آٹا، گندم، کھجوریں اور دوسری چیزیں لا کر فرش پر رکھ دیں۔ اس کے ساتھ ایک کھال اترا ہوا بکرا اور تین سو درہم کی تھیلی بھی پیش کی اس کے بعد حضرت عثمان نے مجھے قسم دے کر کہا آئندہ آپ لوگوں کو کسی چیز کی ضرورت ہو تو مجھے ضرور بتائیں۔

پھر جب نبی ﷺ گھر تشریف لائے اور کھانے پینے کی اشیاء کے بارے میں معلوم کیا تو میں نے حضرت عثمان کی طرف سے لائی ہوئی اشیاء کی تفصیل سے اطلاع دی اور ان کی باتیں بھی بتائیں۔ یہ سن کر آپ اُلٹے پاؤں مسجد میں لوٹ گئے اور ہاتھ اٹھا کر اللہ تعالیٰ سے دُعا کی کہ یا اللہ میں عثمان سے راضی ہوں آپ بھی راضی ہو جائیں۔

غلام آزاد کرنا

اسلام میں غلام کو غلامی سے آزاد کرنا بہت بڑا ثواب اور اجر ہے لہٰذا تمام صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین اور صلحا اُمت نے بہت سے غلام آزاد کیے چنانچہ حضرت عثمان غنی اس میدان میں بھی پیش پیش رہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ مالدار ہونے کے بعد میں نے ہر ہفتے ایک غلام آزاد کیا اور اگر کسی ہفتے غلام نہ ملا تو دوسرے ہفتے دو غلام آزاد کیے (الریاض النضرۃ)۔ ایک روایت کے مطابق انہوں نے ہزاروں غلام غلامی سے آزاد کیے اور آزاد کرائے۔

قحط سالی میں امداد

حجاز میں عام طور پر بارشیں نہ ہوتیں تو قحط سالی ہو جاتی تھی۔ اس لیے اناج اور کھانے کی اشیاء شام عراق اور دیگر علاقوں سے آتی تھیں چنانچہ ایسی ہی ایک قحط سالی حضرت ابو بکر کے دور میں ہوئی۔ حضرت ابو بکر نے بھوکے اور ضرورت مند لوگوں کو خوشخبری دی تھی کہ کل صبح تک آپ کے لیے غذائی اشیاء آجائیں گی۔ دوسرے دن صبح حضرت عثمان کا ایک ہزار اونٹوں کا قافلہ اناج اور دیگر کھانے کی اشیاء لے کر مدینہ منورہ آ پہنچا۔ کچھ تاجر

حضرت عثمان کے پاس سودا کرنے کے لیے پہنچ گئے۔ انہوں نے آپ کو بٹھا کر سودے کی بات چیت کی حضرت عثمان غنی نے کہا کہ " آپ خرید کی اصل رقم پر کتنا نفع دیں گے انہوں نے کہا کہ بیس فیصد زیادہ دیں گے "۔ حضرت عثمان نے کہا کہ " مجھے اس سے زیادہ مل رہے ہیں "۔ اس پر بیوپاریوں نے چالیس فی صد اور آخر کار پچاس فی صد پر آ گئے لیکن انہوں نے کہا کہ مجھے اس سے زیادہ مل رہے ہیں اس پر وہ حیران ہو کر بولے کہ مدینہ کے بڑے تاجر تو ہم ہیں۔ یہ کون ہے جو اتنا نفع دے گا۔ انہوں نے کہا مجھے سو فی صد بلکہ اس سے زیادہ مل رہا ہے۔ کیا تم دو گے ؟ انہوں نے انکار کر دیا۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ "آپ لوگ گواہ رہیں، میں اعلان کرتا ہوں کہ تمام سامان مدینے کے غریبوں اور ضرورتمندوں کو صدقہ میں دیتا ہوں"۔

عوامی ضرورتوں کا بندوبست

حضرت عثمان نے عام لوگوں، مسافروں تاجروں اور دیگر ضروریات کے لیے سفر کرنے والوں کی سہولت آرام اور ضروریات کا لحاظ کرتے ہوئے سفر کے متعدد بندوبست کیے۔

الف: راستوں کا بندوبست

مدینہ منورہ کے راستے کو کشادہ کر دیا اور ہر چوبیس میل پر ایک عالی شان سرائے تعمیر کروائی اس کے ساتھ ایک چھوٹا بازار بنایا گیا اور ایک میٹھے پانی کا کنواں بنوایا جو بئر السائب کے نام سے مشہور ہے۔ روڈ پر پلیں بنوائیں اور چوکیاں قائم کیں۔

ب۔ مسافر خانے

مسافروں کے لیے بڑے راستوں پر مسافر خانے تعمیر کرائے۔ کوفے میں کوئی مسافر خانہ نہ تھا اور باہر سے آنے والے لوگوں کو تکلیف ہوتی تھی لہذا ایک شاندار مسافر خانہ تعمیر کرایا۔

ج۔ راستوں پر پانی کی سبیل

حضرت عثمان غنی نے راستوں پر جابجا پانی کی سبیلیں بنوائیں اور ان میں میٹھے پانی کا بندوبست کیا۔

د۔ مساجد کی تعمیر

حضرت عثمان غنی نے بڑے راستوں پر اور اپنے مفتوحہ علاقوں میں مسجدیں تعمیر کرائیں۔ مسجد نبوی اور مسجد حرام میں ان کے کام کا تذکرہ گزر چکا ہے۔

ہ۔ چراگاہیں قائم کرنا

چراگاہیں جانوروں کے چارے کے لیے مختص کی ہوئی زمینیں ہوتی ہیں جو بادشاہ، نواب اور امیر لوگ قائم کرتے ہیں۔ اگرچہ چراگاہیں عرب اور اس وقت کی دنیا میں قائم تھیں لیکن حضرت عثمان نے ان کو ترقی دی ان کے ارد گرد چشمے تیار کروائے، کنویں کھدوائے اور اس کی نگہبانی کرنے والوں کے لیے گھر بنوائے۔ حضرت عثمان نے جن چراگاہوں کو ترقی دی ان میں زبدہ ہے جو دس میل چورس تھی نیز نقیع اور ضربہ تھیں ۔

صحابہ رضوان اللہ علیہم کی خدمت

عام طور پر مدینے میں موجود صحابہ کی روزانہ دعوت کرتے تھے اور انہیں عمدہ طعام کھلاتے تھے۔ اسی طرح وقتاً فوقتاً مدینے کے لوگوں کو تحائف دیتے تھے۔ کبھی کپڑے، چادریں، کبھی گھی اور کبھی دوسری اشیاء تقسیم ہوتی تھیں۔ بلاذری نے لکھا ہے کہ حضرت عثمان نے عباس بن ربیع کو ان کی ضرورت کی بنا پر ایک لاکھ درہم دینے کے ساتھ ان کے اخلاق اور مروت کے بدلے میں بصرہ میں ایک مکان بھی دیا۔ اسی طرح ابن سعد مخزومی کو مسجدِ نبوی میں ایک ہزار درہم اور ایک چادر عنایت کی۔

مقروضوں کو قرض معاف کرنا

حضرت عثمان سے دوست واحباب اور کبار صحابہ قرض لیتے تھے اور وہ خوشدلی سے انہیں دیا کرتے تھے پھر جب قرض لوٹانے کا وقت آتا تو انہیں معاف کردیتے تھے۔

ایسی کئی مثالیں تاریخ میں موجود ہیں کہ انہوں نے قرض معاف کر دیا۔

حضرت طلحہ نے ان سے پچاس ہزار درہم قرض لیا۔ کچھ عرصے کے بعد انہوں نے حضرت عثمان سے کہا آپ کے قرض کی ادائیگی کا بندوبست ہو گیا ہے سو چلیے آپ کو ادا کر دوں۔ انہوں نے فرمایا کہ میں نے وہ قرض آپ کو معاف کر دیا ہے۔

ویران زمینوں کی آباد کاری

انہوں نے لوگوں کو روزگار مہیا کرنے، ملکی آمدنی بڑھانے اور بے کار لوگوں کو کام سے لگانے کے لیے ویران، غیر آباد اور ریگستانی زمینوں پر اپنے غلاموں، آزاد کردہ غلاموں اور بے روزگار لوگوں کو زرعی آلات اور سامان دے کر ان زمینوں پر آباد کر دیا۔ یہ لوگ زمینوں میں اناج سبزیاں اور باغ لگاتے۔ اس طرح ایک طرف ان کو روزگار ملتا تو دوسری طرف ملک کی آمدنی میں اضافہ ہوتا اور لوگوں کی ضرورتیں پوری ہوتیں۔ بے روزگاروں کو کام سے لگانے کا یہ بہترین طریقہ ہے۔

انفرادی عطیات

یہ چند کام ہیں جو اجتماعی اصلاح و بھلائی کے حضرت عثمان نے کیے البتہ انفرادی عطیات دینے، لوگوں کی خفیہ مدد کرنے اور ان کی ضرورتیں پوری کرنے میں بھی وہ نمایاں ہیں۔ ان کی تفصیل بڑی کتابوں میں ان کے حالاتِ زندگی میں بیان کی گئی ہے۔ حضرت عثمانؓ کو ۱۸ ذی الحج ۳۵ ہجری کو مدینہ منورہ میں بلوائیوں نے شہید کر دیا۔ آپ کو جنت البقیع میں دفن کیا گیا۔ (سیرۃ ذوالنورین ابوالقاسم دلاوری)

حضرت علیؓ اور رفاہی کام

حضرت علیؓ بن ابی طالب نبی کریم ﷺ کے چچازاد بھائی، داماد اور خلیفہ چہارم امیر المومنین تھے۔ آپ کی ولادت مکہ مکرمہ میں بعثت نبوی سے دس سال پہلے ۱۲ رجب کے مہینے اور عام الفیل ۳۰ (چھٹی صدی عیسوی کے اختتام پر ہوئی) آپ فاطمہ بنت اسد کے بطن سے تولد ہوئے۔

ایک دن قحط اور ناداری کے زمانے میں رسول اللہ ﷺ اور حضرت عباسؓ جناب ابو طالب کے پاس گئے اور ان سے کہا کہ ہم آپ کی اولاد کی کفالت اپنے ذمے لینا چاہتے ہیں اس لیے اپنے بیٹوں میں سے ایک ایک ہمارے حوالے کر دیں تو انہوں نے حضرت علی کو رسول اللہ ﷺ کی کفالت میں دے دیا اور حضرت جعفر کو حضرت عباسؓ نے اپنی کفالت میں لیا البتہ عقیل ان کو زیادہ پیارے تھے اس لیے انہیں اپنے پاس ہی رکھا۔

حضرت علیؓ نے دس سال کی عمر میں اسلام قبول کر لیا تھا، حضرت خدیجہؓ کے بعد سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والے آپ ہی تھے۔ تاہم سیرت نگاروں نے سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والوں کی روایات میں اس طرح تطبیق دی ہے کہ خواتین میں سب سے پہلے حضرت خدیجہؓ آپ پر ایمان لائیں، بڑوں میں حضرت ابو بکر صدیقؓ اور بچوں میں حضرت علیؓ نے اسلام قبول کیا اوّل روز سے نماز شروع کر دی۔ (غالباً اس وقت دو وقت کی نماز فرض ہوئی تھی)۔

اس مختصر سے مضمون میں حضرت علیؓ کے سماجی رفاہی اور خدمتِ خلق کے کاموں کا بہت ہی اختصار سے تذکرہ کیا جائے گا۔

نبی ﷺ کی خدمت

حضرت علیؓ کے نبی اکرم ﷺ کی کفالت میں ہونے کی وجہ سے ان کا سب سے

پہلا کردار یہ سامنے آتا ہے کہ آپؐ کے نبی اور مصلح اعظم ہونے کی وجہ سے وہ ہر وقت آپؐ کی خدمت میں مشغول رہتے ہیں اور آپؐ کے دستِ راست نظر آتے ہیں۔ تبلیغ اسلام کی دعوت کی مجلس منعقد ہوتی ہے تو تمام بندوبست حضرت علیؓ کرتے ہیں۔ آپ مکے سے باہر دعوت و تبلیغ کے لیے جاتے ہیں تو وہ آپؐ کے ساتھ ہوتے ہیں۔

اسلام کے بارے میں تحقیق و جستجو کے لیے مکہ آنے والوں کی مدد

جو لوگ حق و صداقت کی جستجو اور اسلام کی طلب میں مکے آیا کرتے تھے، ان کی حضرت علیؓ مدد اور رہنمائی کیا کرتے تھے۔ اس کام کے لیے اللہ تعالیٰ نے ان کو خاص صلاحیت اور ذہانت بخشی تھی۔ حضرت ابوذر غفاری ابتدائی اسلام قبول کرنے والوں میں سے تھے، وہ جب اسلام کی جستجو میں مکے آئے تو حضرت علیؓ نے ان کی آمد کے پہلے دن ہی خدمت، رہنمائی اور مہمانی شروع کر دی البتہ نبی اکرم ﷺ سے تیسرے دن ملاقات کرائی اور وہ حلقہ بگوشِ اسلام ہوئے۔

حضرت علیؓ کے ہجرت مدینہ سے پہلے کے دو کارناموں کا تذکرہ ضروری ہے۔ آپ نے اسلام سے پہلے کبھی بھی بتوں کی پرستش نہیں کی بلکہ ہجرت سے پہلے کعبہ پر رکھے ہوئے ایک بت کو آپؐ کی مدد سے توڑا تھا (المستدرک للحاکم)۔ دوسرا کارنامہ نبی ﷺ کی ہجرت کے وقت کا ہے کہ جب آپ نے ان کو اپنی چارپائی اور اپنے بستر پر لٹا دیا۔ یہ کوئی معمولی واقعہ نہیں ہے۔ حضرت علیؓ نہ صرف بستر پر لیٹے بلکہ نیند میں سو گئے اور صبح اُٹھے۔

رسول اللہ ﷺ کی راحت کے لیے مشقت

ابن عساکر حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ "ایک دن رسول اللہ ﷺ کے گھر فاقہ تھا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو یہ معلوم ہوا تو وہ کسی مزدوری کی تلاش میں گھر سے نکل پڑے تاکہ اس سے اتنا سامان مل جائے کہ رسول اللہ ﷺ کی غذائی ضرورت پوری ہو جائے۔ اس تلاش میں ایک یہودی کے باغ میں جا پہنچے اور اس کے باغ میں پانی کی سینچائی کا کام اپنے ذمے لیا۔ مزدوری یہ تھی کہ ایک ڈول پانی کھینچنے کی اُجرت

ایک کھجور ہو گی۔ حضرت علیؓ نے سترہ (۱۷) ڈول کھینچے، یہودی نے انہیں اختیار دیا کہ جس نوع کی کھجوریں چاہیں لے لیں۔ حضرت علیؓ نے سترہ (۱۷) عجوہ (کھجوروں کی ایک اعلیٰ اور عمدہ قسم ہے۔ نبی ﷺ نے اسے پسند فرمایا اور کئی بیماریوں کی شفا بتائی چنانچہ آج بھی مسلمان دل کی بیماری وغیرہ کے لیے عجوہ استعمال کرتے ہیں) لیں اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آکر پیش کیں آپؐ نے فرمایا: علی! یہ کہاں سے لائے ہو؟ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا، یا نبی اللہ! مجھے معلوم ہوا کہ آج آپ فاقے سے ہیں اس لیے کسی مزدوری کی تلاش میں نکل گیا تاکہ کچھ کھانے کا سامان کر سکوں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت نے اس پر آمادہ کیا تھا؟ عرض کیا جی ہاں یا رسول اللہ! آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرنے والا ایسا کوئی نہیں ہے جس پر افلاس اس تیزی سے نہ آیا ہو جیسے سیلاب کا پانی نشیب میں اپنے رخ پر تیزی سے بہتا ہے اور جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کرے اس کو چاہیے کہ مصائب کے روک کے لیے ایک چھتری بنا لے یعنی حفاظت کا سامان کرے۔ (اسلامی انسائیکلوپیڈیا۔ بیان حضرت علیؓ)

حضرت علیؓ کے دور خلافت میں رفاہی کام

حضرت علیؓ کے نمائندوں نے ہر مرکز میں مساجد اور بیت المال بنوائے خود انہوں نے مدینے اور یمن کے علاقوں میں چشموں اور بندوں کا سلسلہ جاری کیا۔ باغات اور مزروعہ زمینوں کو ترقی دی۔ ابن حوقل نے بصرہ کا تذکرہ لکھتے ہوئے تحریر کیا کہ ابھی تک وہاں حضرت علیؓ کے عہد میں تعمیر ہونے والی عمارات کے کھنڈر باقی ہیں۔ (صورۃ الارض ص ۲۴۰)

مدینہ منورہ کی تاریخوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اس شہر میں حضرت علیؓ کے چشمے اور زمینیں بھی تھیں۔ قیام مدینہ کی مدت میں وہ ان کی بھی دیکھ بھال کرتے تھے۔ مثلاً چشمہ اُم العیال جو وادی الفرع میں تھا اور اس کے پاس نخلستان تھا یہ چشمہ حضرت فاطمہ الزہراء کی طرف سے صدقہ قرار دیا گیا تھا۔ (معارف اسلامیہ جامعہ پنجاب بعنوان حضرت علیؓ) اور ینبوع میں عین ابی نیزر تھا۔ عین ابی نیزر کا واقعہ یہ ہے کہ نجاشی کا ایک لڑکا ابو نیزر مسلمان ہو کر آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپؐ کی وفات کے بعد اس نے فاطمہ الزہراء کی خدمت

گزاری میں عمر بسر کی۔ ایک روز ابونیزر بغیغہ میں تھا کہ حضرت علیؓ تشریف لائے۔ ابونیزر کھانے کے لیے بیٹھے تھے۔ حضرت علیؓ بھی نہر ربیع سے ہاتھ دھو کر ابونیزر کے ساتھ کھانا تناول فرمانے لگے۔ کھانے کے بعد انہوں نے کدال لی اور چشمہ میں اتر کر اسے مزید کھودنا شروع کیا۔ سخت زمین اور محنت سے وہ پسینہ پسینہ ہو گئے لیکن زمین سے پانی جوش مار کر نکلا اور رواں ہو گیا حضرت علیؓ نے یہ چشمہ ابی نیزر کے نام سے موسوم فرمایا۔ (بحوالہ دائرہ معارف اسلامیہ)

امانت و دیانت کا پیکر

آپ کا ایک بڑا اعزاز یہ ہے کہ آپؓ امین امت تھے جس دیانت کے ساتھ آپ مسلمانوں کی امانت یعنی بیت المال کی حفاظت کرتے تھے اس کے بعض واقعات سیرت نگاروں نے بیان کیے ہیں۔ آپ ہر طرح کی تکلیفیں اٹھاتے تھے لیکن اپنے حق سے زیادہ ایک حبہ (دانہ) بھی بیت المال سے لینا حرام سمجھتے تھے۔ ایک دفعہ تیز سردی میں ایک معمولی پرانی چادر اوڑھے ہوئے تھے، بدن کانپ رہا تھا۔ ایک شخص نے عرض کیا "امیر المومنین! بیت المال میں آپ اور آپ کے اہل و عیال کا بھی حق ہے آپ اپنے اوپر اتنی تکلیف کیوں اٹھاتے ہیں۔ فرمایا میں تمہارے حصہ کو نقصان نہیں پہنچا سکتا یعنی اگر میں اپنے حق سے زیادہ لوں تو دوسرے مسلمانوں کی حق تلفی ہو گی۔

زمانہ خلافت میں تنہا بازاروں میں گھومتے پھرتے، بھولے بھٹکوں کو راستہ بتاتے، کمزوروں اور ناتوانوں کی مدد کرتے تھے اور تاجروں اور دکانداروں کو عدل کے بارے میں قرآنی آیات سنا کر انہیں صحیح ناپ اور تول کرنے کی ترغیب دیتے۔

حضرت علیؓ نے چونکہ اپنی خلافت کے دوران اندرونی اور بیرونی لڑائیوں میں زیادہ وقت گزارا اس لیے انہیں سماجی رفاہی اور خدمت خلق کا کام کرنے کا زیادہ موقع نہیں ملا۔

حضرت حسنؓ بن علیؓ

صحابہ کرام اور آل رسول میں سے وہ پاکیزہ ہستی جو رسول ﷺ کی صورت اور سیرت میں مشابہ تھی اور جس کے بارے میں آپ کا ارشاد ہے۔ یا اللہ میں ان دونوں (حسن اور حسین) سے محبت کرتا ہوں پس تو بھی ان سے محبت کر۔ یہ حضرت حسن بن علی ہیں۔ حسنؓ مدینہ منورہ میں ۱۵ رمضان ۳ ہجری میں پیدا ہوئے۔ نبی ﷺ نے حضرت فاطمہ سے پہلے فرزند ہونے پر خوشی کا اظہار فرمایا اور ساتویں دن عقیقہ کیا اور حسن نام رکھا۔ یہ نام اس سے پہلے عربوں میں نہیں رکھا گیا تھا۔ (البدایہ والنھایہ ابن کثیر)

نبی اکرم ﷺ کی تعلیم و محبت، حضرت علیؓ کی تربیت و تہذیب اور حضرت فاطمہ کی محبت بھری گود اور شفقت نے ان کی شخصیت کو کامل ترین انسان بنادیا لہٰذا یہ ہستی نہ صرف صورت میں آپ ﷺ سے مشابہ تھی بلکہ سیرت میں بھی آپ جیسی ہی تھی ۔ یہاں صرف ان کے جود و سخا اور غرباء اور مساکین پر شفقت اور رحمت کا مختصر سا تذکرہ کیا جارہا ہے۔

حضرت حسن نے اپنی زندگی میں تین مرتبہ اپنی نصف جائیداد اللہ کی راہ میں لٹادی۔ اس انفاق میں اتنی شدت اختیار کی کہ آپ کے پاس دو جوڑے جوتوں کے تھے تو ایک جوڑا راہِ خدا میں دے دیا اور ایک اپنے استعمال کے لیے رکھا۔ در حقیقت وہ جود و سخا کے دریا تھے۔ ایک مرتبہ ایک شخص کو ایک لاکھ درہم کا عطیہ دے دیا۔ حضرت حسن ایک مرتبہ مسجد نبوی میں نماز ادا کر رہے تھے۔ ان کے پہلو میں ایک شخص اپنی نماز سے فارغ ہو کر دعا مانگ رہا تھا یا اللہ مجھے دس ہزار درہم دلا دے۔ امام حسن نے یہ دعا سنی تو نماز سے فارغ ہو کر سیدھے اپنے گھر گئے اور خادم سے فرمایا کہ یہ دس ہزار درہم لے کر جاؤ اور مسجد میں بیٹھے ہوئے فلاں شخص کو دے دو۔

رحمت و شفقت کا جذبہ

حضرت حسنؓ کے تذکرہ نگاروں نے نقل کیا ہے کہ ایک دن وہ کسی باغ میں سے گزر رہے تھے کہ وہاں ایک حبشی غلام دیکھا جس کے پاس ایک روٹی تھی وہ اس میں سے ایک نوالہ خود لیتا اور ایک اپنے کتے کو کھلاتا۔ حضرت حسنؓ نے اس سے پوچھا کہ یہ ایسے کیوں کر رہے ہو اس نے جواب دیا مجھے شرم آتی ہے کہ میں تو کھاؤں اور کتا دیکھتا رہے۔ اس پر حسنؓ نے کہا کہ تم یہیں بیٹھے رہو، میں تھوڑی دیر میں واپس آتا ہوں۔ آپ وہاں سے سیدھے اس غلام کے مالک کے پاس گئے اور نقد رقم دے کر اس سے باغ اور غلام خرید لیا۔ آپ وہاں سے واپس غلام کے پاس آئے اور اسے کہا کہ ہم نے تمہیں اور اس باغ کو خرید لیا ہے لہٰذا تم اللہ کی راہ میں آزاد ہو اور یہ باغ ہم نے تمہیں بخش دیا۔ حبشی نے عرض کیا آقا مجھے آزادی قبول ہے البتہ باغ میں اس ہستی کے نام دے رہا ہوں جس کے نام پر آپ نے مجھے دیا ہے۔ (وقف کر رہا ہوں)

عمومی جود و سخا

ابن ہشام نامی ایک شخص کا بیان ہے کہ میں بصرہ سے حضرت حسنؓ کا مال لے کر ان کو پہنچاتا تھا۔ میرا چشم دید مشاہدہ ہے کہ آپ اس مجلس کے اٹھنے اور گھر پہنچنے سے پہلے اس مال کا بڑا حصہ خیرات کر دیتے تھے۔

ایک مرتبہ حضرتؓ نے کوفے میں اعلان کیا کہ میرے فرزند کے پاس کچھ رقم بچی ہوئی ہے۔ اس اعلان کے بعد حضرت حسنؓ نے کہا کہ یہ رقم مجھے مسکینوں میں تقسیم کرنی ہے۔ اس اعلان پر کافی لوگ چلے گئے۔ پھر جو بیٹھے رہے ان میں رقم تقسیم کی جن لوگوں نے یہ خیرات لی ان میں پہلا فرد کندہ کا سردار اشعث بن قیس تھا۔

مخالفین کو بھی دینا

ایک شخص حضرت علیؓ کا مخالف تھا۔ ایک مرتبہ وہ مدینہ منورہ آیا اور وہاں پر اس

کا سفر خرچ ختم ہو گیا اور خالی ہاتھ ہو کر پریشان ہوا۔ مدینے کے کسی آدمی نے اسے مشورہ دیا کہ حضرت حسن کے پاس چلے جاؤ وہ تم جیسوں کی مدد کرتے ہیں۔ اس کے دل میں حضرت علی اور آل علی کے لیے بغض تھا لیکن مجبوری کی وجہ سے حسن کے پاس گیا۔ انہوں نے اپنے خادم کو حکم دیا کہ اس مسافر کو سفر خرچ اور ایک اونٹنی فوراً دے دو۔ مسافر اپنی حاجت پوری کر کے اٹھا اور یہ کہتے ہوئے روانہ ہوا جس خاندان کو اللہ تعالیٰ نے نبوت سے نوازا ہو وہی ان کی خوبیوں کو بہتر جانتا ہے۔ میں انجان اور خطاکار تھا۔

حقوق العباد کو حقوق اللہ پر ترجیح دینا

ایک روایت ہے کہ حضرت حسن اور حسین دونوں اعتکاف میں بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک ضرورتمند حضرت حسن کے پاس آیا اور کسی ضرورت پوری کرنے کا عرض کیا۔ حضرت حسین نے کہا کہ اگر میں اعتکاف میں نہ ہوتا تو تمہارے ساتھ چل کر تمہاری حاجت روائی کرتا پھر وہی فرد حضرت حسن کے پاس گیا اور اپنا مدعا بیان کیا۔ آپ اعتکاف سے اٹھ کر باہر نکلے اور اس کی ضرورت پوری کی اور پھر آ کر اعتکاف میں بیٹھے۔ سائل نے حضرت حسین والی بات بتائی تو انہوں نے فرمایا: اللہ کے لیے کسی حاجتمند کی حاجت پوری کرنا ایک ماہ کے اعتکاف سے بہتر ہے۔

ایک روز کعبۃ اللہ کا طواف کر رہے تھے کہ کسی آدمی نے ایک کام کا سوال کیا اس پر طواف چھوڑ کر اس آدمی کے ساتھ چل کر اس کا کام کیا اور پھر آ کر طواف مکمل کیا کسی شخص نے ان سے پوچھا کیا بات تھی کہ آپ طواف چھوڑ کر اس آدمی کے ساتھ چلے گئے؟ جواب میں کہا۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ جو شخص اپنے مسلمان بھائی کے کام کے لیے چلتا ہے اور اس کی ضرورت پوری کرتا ہے تو اسے ایک حج اور ایک عمرے کا ثواب ملتا ہے میں نے اس کی ضرورت پوری کر کے حج اور عمرے کا ثواب کما لیا۔

غلام آزاد کرنا

حضرت حسن نے جہاں دیگر خدمت خلق اور شفقت و رحمت کے کام کیے وہاں

بہت سے غلاموں اور لونڈیوں کو آزاد کیا اور غلامی کے طوق سے ان کی گردن آزاد کی۔ ان کے آزاد کردہ غلاموں اور لونڈیوں کی تعداد سیکڑوں تک پہنچی۔

حضرت حسن سینتالیس سال کی عمر ماہ صفر ۵۰ ہجری میں مدینہ منورہ میں فوت ہوئے۔ عام روایتیں یہ ہیں کہ ان کو دیرپا اثر زہر (سلوپوئزن) دیا گیا تھا جس کے اثرات سے انہوں نے انتقال کیا۔ آپ مدینہ منورہ کے قبرستان جنت البقیع میں مدفون ہیں۔ (سیرت صحابہ: سید علی میر شاہ)

حضرت جعفرؓ بن ابی طالب اور عبداللہ بن جعفرؓ

نجاشی شاہ حبشہ کے بھرے دربار میں جس شخصیت نے ڈنکے کی چوٹ پر بر سر عام حق بات کہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق قرآن کے ارشادات بیان کیے اور سورۃ مریم کی تلاوت کی جس کی وجہ سے ایک بڑے ملک کا بڑا بادشاہ دین اسلام سے مشرف ہوا۔ وہ حضرت جعفرؓ بن ابی طالب ہیں۔

حضرت جعفرؓ، حضرت علیؓ کی ولادت سے دس سال پہلے تولد ہوئے۔ ان کی والدہ کا نام فاطمہ بنت اسد بن ہاشم بن محمد مناف تھا۔ ایک روایت کے مطابق انہوں نے حضرت علیؓ کے بعد دارِ ارقم کی تعلیم و تربیت گاہ شروع ہونے سے پہلے اسلام قبول کیا تھا۔ ابن اسحاق کی روایت کے مطابق ان کا اسلام قبول کرنے والوں میں پچیسواں اور بعض کے نزدیک اکتیسواں نمبر تھا۔

حضرت جعفرؓ نے سن پانچ نبوی میں مکہ مکرمہ سے حبشہ کی طرف ہجرت کی اور تقریباً پندرہ سال بعد سات ہجری میں معرکہ خیبر کے موقع پر خیبر میں آکر نبی ﷺ سے ملاقی ہوئے۔ انہوں نے ۹ ہجری میں موتہ کے مقام پر بہادری، جذبہ ایمانی اور جنت کے شوق میں بڑی بے جگری سے جہاد کرتے ہوئے رومیوں کے ہاتھوں شہادت پائی۔ آپ کی کنیت ابو عبداللہ اور ابوالمساکین تھی۔ شہادت کے بعد نبی ﷺ نے ان کو دو لقب اور دیے ایک ذوالجناحین اور دوسرا طیار ان دنوں کے معنی میں یکسانیت ہے۔ شہادت کے وقت ان کی عمر چالیس سال تھی۔

حضرت جعفرؓ کے رفاہی کام

یہاں ہم ان کے رفاہی اور خدمت خلق کے چند ایک کاموں کا تذکرہ کریں گے

حضرت جعفر طیارؓ کی اجتماعی خوبیوں میں سے اہم خوبی یہ تھی کہ ان کے مزاج میں غریب پروری غالب تھی جو کچھ گھر میں ہوتا تھا دینے کے مسکینوں میں تقسیم کر دیتے تھے۔اس کی وجہ سے مسکینوں اور غریبوں کو ان کی شہادت پر گہرا صدمہ ہوا۔

حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت ہے ہم مسکینوں اور غریبوں کو جعفر طیار سب سے زیادہ عزیز تھے وہ گشت کر کے ہم فاقہ مستوں کی خبر گیری کرتے، پھر جو گھر میں ہوتا وہ لا کر ہمارے سامنے رکھتے۔

الاصابہ کا بیان ہے کہ جعفرؓ نہ صرف مسکینوں کی خبر گیری کرتے بلکہ ان سے محبت بھی کرتے تھے۔وہ فقیروں اور فاقہ زدوں سے مجلس کرتے، ان کی خدمت کرتے اور مساکین بھی ان سے باتیں کر کے اپنا دکھ ہلکا کرتے اوران کی خدمت بجالاتے تھے۔ (الاصابہ فی تمیز الصحابہ)

اس غریب نوازی کی خوبی کو رسول اللہ ﷺ بہت پسند کرتے تھے۔ ابن حجر عسقلانی (م ۸۵۳ھ) لکھتے ہیں فکان رسول اللہ ﷺ یکنیہ ابا المساکین ''رسول اللہ ﷺ نے ان کو ابو المساکین کا (کنیت) دیا تھا''۔

حضرت جعفرؓ کی شہادت کے وقت تین بیٹے تھے۔ یہ تینوں چھوٹے تھے عبد اللہ، محمد اور عون۔ نبی ﷺ ان سے بہت محبت کرتے تھے جب آپ مدینے کے باہر سے تشریف لاتے تو ان کو اپنی سواری پر ساتھ بٹھاتے اور پیار کرتے تھے۔

ان کی نسل کا سلسلہ عبد اللہ سے چلا۔ حضرت علیؓ نے اپنی بیٹی زینب انہیں نکاح میں دی تھی۔ حضرت جعفر بن ابی طالب کے جو تین بیٹے تھے ان میں سے عبد اللہ جود و سخا اور اللہ کی راہ میں خرچ کرنے میں زیادہ مشہور ہوئے ہیں۔اس وجہ سے ان کا لقب قطب السخاء (سخاوت کا محور) تھا۔

عبد اللہ بن جعفرؓ سے کسی نے حضرت علیؓ کے ہاں سفارش کرائی۔ان کی سفارش پر ان کا کام ہو گیا تو اس نے نذرانہ کے طور پر چالیس ہزار درہم بھیجے۔انہوں نے یہ کہہ کر واپس بھیج دیے کہ ہم لوگ اپنی نیکی فروخت نہیں کرتے۔ ایک مرتبہ کہیں سے دو ہزار درہم

نذرانہ آئے انہوں نے اسی مجلس میں تقسیم کر دیے۔ ایک تاجر بہت سی شکر لے کر آیا مگر بازار میں فروخت نہیں ہوئی۔ اس پر اس کو فکر و رنج ہوا۔ عبداللہ جعفرؓ نے اپنے کارندوں سے کہا کہ ساری شکر اس سے خرید لو اور لوگوں میں مفت لٹادو۔ رات کو قبیلہ میں جو مہمان آجاتا وہ ان کے یہاں سے کھانا پینا ہر قسم کی ضرورت پوری کرتا۔

ایک صحابیِ رسول عبداللہ بن زبیرؓ کہتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ عبداللہ بن جعفرؓ سے کہا کہ میرے والد کے قرضے کی فہرست میں تمہارے ذمہ دس لاکھ درہم لکھے ہیں۔ عبداللہ بن جعفر نے کہا جب چاہو لے لو۔ اس کے بعد معلوم ہوا کہ ان سے غلطی ہوئی، عبداللہ بن زبیر کہتے ہیں کہ میں دوبارہ گیا میں نے کہا کہ وہ تو تمہارے ان کے (زبیر کے) ذمے ہیں۔ عبداللہ بن جعفرؓ کہنے لگے کہ میں نے معاف کر دیے۔ میں نے کہا کہ میں معاف نہیں کراتا۔ عبداللہ بن جعفر کہنے لگے اچھا جب تمہیں سہولت ہو دے دینا۔ میں نے کہا کہ اس کے بدلے میں مجھ سے وہ زمین لے لو جو غنیمت کے مال میں سے میرے حصے میں بہت سی آئی ہوئی ہے۔ عبداللہ جعفر نے کہا کہ اچھا دے دو۔ چنانچہ ایک زمین ان کو دے دی جو معمولی حیثیت کی تھی، پانی وغیرہ بھی اس میں نہیں تھا۔ انہوں نے فوراً قبول کر لی اور غلام سے کہا کہ اس میں مصلیٰ بچھادے اس نے مصلیٰ بچھادیا۔ دو رکعت نماز وہاں پڑھی اور بہت دیر تک سجدے میں پڑے رہے۔ نماز سے فارغ ہو کر غلام سے کہا کہ اس جگہ کو کھودو۔ اس نے کھودنا شروع کیا تو وہاں ایک پانی کا چشمہ ابلنے لگا۔ (حکایات صحابہ۔ فضائل اعمال)

حضرت معاذ بن جبل خزرجی رضی اللہ عنہ

علامہ جلال الدین سیوطیؒ اپنی مشہور کتاب الاتقان فی علوم القرآن میں قرآن مجید کے حافظوں اور راویوں کا ذکر کرتے ہوئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول نقل کرتے ہیں خذوا القرآن عن اربعة من عبدالله بن مسعود و سالم ومعاذ وابی بن کعب چار شخصوں سے قرآن کا علم حاصل کریں۔ ایک عبداللہ بن مسعود، دوم سالم، سوم معاذ اور چہارم ابی بن کعب۔

حضرت معاذ قرآن اور احادیث نبوی کے عالم بقول عبداللہ بن مسعود امام العلماء، فقیہ، معلم اور عظیم داعی تھے۔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت زیادہ علم حاصل کیا اور امت تک پہنچایا۔ نیز اسلامی حکومت کے استحکام، بقا اور پھیلانے میں بڑا کردار ادا کیا چونکہ ہمیں یہاں ان کی سخاوت اور غریبوں اور مسکینوں کی خبر گیری کا تذکرہ کرنا ہے اس لیے ان کی سوانح حیات کے دیگر پہلو چھوڑ کر صرف اسی موضوع پر گفتگو کرتے ہیں۔

جود و سخا

حضرت معاذ کے دل میں دنیا کے مال و متاع کی کوئی کشش نہیں تھی اس لیے جو کچھ انہیں ملتا تھا وہ اللہ کی راہ میں خرچ کر دیتے تھے اور اس وجہ سے اکثر مقروض ہو جاتے تھے۔

ابن رشید، ابن سعد، ابن حجر عسقلانی اور دیگر سیرت نگار لکھتے ہیں کہ معاذ بن جبل اتنے کشادہ دست تھے کہ جس کی وجہ سے مقروض ہو جاتے تھے۔ ایک مرتبہ قرض خواہوں نے آگھیرا جب کہ ان کے پاس قرض کی ادائیگی کے لیے کچھ نہیں تھا لہٰذا گھر میں روپوش ہو گئے۔ قرض خواہ وفد بنا کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے۔ آپ نے معاذ کو بلا کر تمام حقیقت معلوم کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صورت حال دیکھتے ہوئے قرض خواہوں سے فرمایا کہ

اگر ہو سکے تو معاذ کی رقم معاف کر دو۔ اس پر بعض نے اپنا قرض حضرت معاذ کو صدقہ کر کے معاف کر دیا لیکن کچھ نے تقاضا جاری رکھا۔ اس پر آپ نے معاذ کی تمام ملکیت فروخت کر کے ان کا قرض ادا کیا لیکن پھر بھی تیس فی صد باقی رہ گیا وہ آپ نے ساقط کر دیا۔

محدثین اور سیرت نگار لکھتے ہیں کہ یمن جیسے خوشحال علاقے میں ایک وقت گزارنے اور وہاں جائز طریقے سے تجارت کرنے پر ان کے پاس کافی ملکیت ہو گئی۔ جب حضرت ابو بکرؓ کے دورِ خلافت میں کافی مال جمع ہو گیا اور غلاموں کے ساتھ یمن سے سیدھے حج پر آئے۔ حضرت عمرؓ نے انہیں تمام مال بیت المال میں جمع کرانے کا کہا لیکن انہوں نے انکار کیا۔ پھر خود ہی تمام مال لا کر حضرت ابو بکرؓ کو پیش کیا۔ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ ہاتھ کی لاٹھی تک اس مال میں تھی۔ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا: یہ سب میں نے تمہیں دیا میں اس میں سے بیت المال کے لیے کچھ نہیں لوں گا۔

غلام آزاد کرنا

البدایہ والنہایہ کی روایت ہے کہ حضرت ابو بکرؓ کے دربار سے لوٹے تو عبادت میں مشغول ہو گئے کچھ وقت کے بعد پیچھے نگاہ ڈال کر دیکھا تو تیس زر خرید غلام ان کے پیچھے نماز پڑھ رہے ہیں۔ انہوں نے ان سے پوچھا لم صلیتم آپ کیوں نماز پڑھ رہے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ اللہ کی رضا کے لیے نماز پڑھ رہے ہیں۔ غلاموں کا یہ جواب سن کر حضرت معاذ نے اعلان کیا کہ جس کی رضا کے لیے آپ نماز پڑھتے رہے ہیں اسے راضی کرنے کے لیے میں تم سب کو آزاد کرتا ہوں۔ اسی طرح تیس غلام ایک ہی وقت میں آزاد کر دیے۔ یہ غلام اس وقت کے لحاظ سے لاکھوں درہموں یا ہزاروں دیناروں کے بنتے ہیں۔ اسی طرح انہوں نے تمام مال و اسباب جو یمن سے کما کر لائے تھے وہ اللہ کی راہ میں خرچ کر دیا۔

ابو نعیم اصبہانی لکھتے ہیں کہ امیر المؤمنین حضرت عمرؓ نے ابتدائی دور خلافت میں ایک دن اپنے قاصد کو چار سو دینار کی ایک تھیلی دے کر حضرت معاذ کے پاس بھیجا اور اس سے فرمایا کہ ان سے کہنا کہ آپ کی ذاتی ضروریات کے لیے ہے۔ نیز اسے یہ بھی فرمایا کہ رقم حوالے کرنے کے بعد کچھ دیر وہاں بیٹھنا کہ وہ اسے کیسے خرچ کرتے ہیں۔ قاصد نے حکم کی

پیروی کرتے ہوئے جب سونے کے سکوں سے بھری ہوئی ہمیانی ان کے حوالے کی تو انہوں نے اپنے غلام کو بلایا اور اسے فرمایا کہ یہ رقم فلاں فلاں لوگوں کے گھروں میں پہنچادو۔ قاصد یہ منظر دیکھ رہا تھا۔ اتنے میں ان کی اہلیہ محترمہ آگئی اور اپنے عظیم شوہر سے کہا کہ ہم خود غریب اور حاجتمند ہیں اس لیے کچھ رقم اپنے گھر کے لیے بھی رکھیں۔ اس وقت تھیلی میں صرف دو دینار بچے تھے، وہ اہلیہ کی طرف پھینک دیے۔

قاصد نے یہ تمام ماجرا حضرت عمرؓ کو آکر بتایا تو ان کی آنکھوں سے خوشی کے آنسو جاری ہو گئے اور فرمایا یہ لوگ میرے دل پسند بھائی ہیں۔

حضرت معاذ معلم، مربی، مجاہد، سفیر، فقیر، فقیہ، یمن کے والی (گورنر) اور دیگر اہم ذمہ داریوں کو نباہتے ہوئے شام کے فتوحات والے دور میں ۱۸ھ طاعون میں مبتلا ہو کر فوت ہوئے اور دریا اردن کے کنارے دفن ہوئے اس بیماری میں ان کے دونوں بیٹے اور دونوں بیویاں فوت ہوئیں۔ اس طرح ان کا پورا خاندان انتقال کر گیا اور ان کی نسل آگے نہیں چلی انتقال کے وقت ان کی عمر ۳۸ سال کے لگ بھگ تھی۔ (البدایہ والنہایہ)

طلحہ بن عبید اللہ التیمیؓ

معرکہ احد کے وقت نبی اکرم ﷺ پر چاروں طرف سے حملے میں دفاع کرنے میں جو شخصیت پیش پیش تھی اور نبی اکرم ﷺ نے ان کے لیے متعدد مرتبہ فرمایا کہ تمہارے لیے جنت واجب ہو گئی۔ یہ حضرت طلحہ کی شخصیت تھی ۔ حضرت طلحہ مکہ مکرمہ میں آپ کی نبوت سے پندرہ سال پہلے پیدا ہوئے۔ ان کے والد عبید اللہ بن عثمان بن عمرو بن کعب بنو تمیم قبیلے سے تھے۔ یہ چوتھی پشت میں جاکر سیدنا ابو بکرؓ سے ملتے ہیں اور ساتویں پشت میں نبی اکرم ﷺ سے ملتے ہیں۔

طلحہ کو حضرت ابو بکرؓ نے اسلام قبول کرنے کی ترغیب دی پھر شام کے تجارتی سفر میں ایک راہب سے نبی اکرم ﷺ کی نبوت کی پیشین گوئی سن کر اسلام لائے۔ الاصابہ کی ایک روایت کے مطابق یہ ان آٹھ صحابہ میں سے ایک ہیں جنہوں نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا تھا۔ (الاصابہ فی تمیز الصحابہ)

حضرت طلحہ نے نبی اکرم ﷺ کی ہجرت کے بعد بہت جلد مدینہ منورہ ہجرت کی اور مدینے میں آپ ﷺ نے ان کو ایک پلاٹ دیا جس میں انہوں نے اپنا مکان بنالیا اور سکونت اختیار کی۔ یہ غزوہ بدر، احد، غزوہ بنی مصطلق، حدیبیہ، بیعت رضوان، خیبر، حنین، طائف، تبوک اور دیگر اہم موقعوں پر پیش پیش رہے۔ تبوک کی جنگ کی مد میں دوسرے صحابہ کے ساتھ انہوں نے بڑی رقم فوج کا سازوسامان خرید کرنے کے لیے دی تھی۔ طلحہ جنگ جمل میں حضرت علیؓ کی طرف سے لڑتے ہوئے چونسٹھ سال کی عمر میں شہید ہوئے اور وہیں پر دفن ہوئے۔

جود و سخا

حضرت طلحہ جود و سخا کی وجہ سے مشہور تھے ان کی کنیت ابو محمود ہے لیکن لوگ

ان کی سخا کی وجہ سے طلحۃ الخیر کہتے تھے۔ غزوہ ذی قرد(ربیع الاوّل ۶ھ) میں حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کوئی ایسا شخص ہے جو یہ کنواں خرید کر صدقہ کردے۔ طلحہ نے فوراً یہ خریدا اور صدقہ کر دیا۔

حضرت طلحہؓ خود کہتے تھے: رسول اللہ ﷺ نے احد کے دن مجھے الخیر کا لقب دیا۔ تبوک میں مجھے فیاض کا خطاب دیا اور حنین میں مجھے جواد کہہ کر پکارا۔

یہ بنو تمیم کے تمام غریبوں اور یتیموں کی کفالت کرتے تھے۔ ان کی بیوی روایت کرتی ہیں کہ ایک رات میں نے دیکھا کہ طلحہ بہت پریشان ہیں۔ اس کا سبب پوچھنے پر انہوں نے جواب دیا کہ مجھے مال و دولت نے پریشان کر دیا ہے۔ میں نے ان کو مال تقسیم کرنے کا مشورہ دیا۔ چنانچہ انہوں نے اپنی لونڈی کے ذریعے مال بانٹنا شروع کیا اور صبح ہونے سے پہلے چار لاکھ درہم تقسیم کر دیے۔

ہشام حضرت حسنؒ سے روایت کرتے ہیں کہ طلحہ نے اپنی کچھ جائیداد سات لاکھ درہم میں حضرت عثمان کو فروخت کی۔ جب یہ رقم لے کر گھر آئے تو ان کی نیند اڑ گئی اور کہنے لگے کہ جس شخص کے گھر میں اتنا خزانہ موجود ہو وہ اللہ تعالیٰ کو کیا جواب دے گا۔ پھر ساری رات قاصدوں کے ذریعے مدینے کے گھروں میں رقم بھیجتے رہے اور فجر ہونے سے پہلے ان کے ہاتھ میں ایک درہم بھی باقی نہیں بچا۔

قبیصہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے بغیر سوال کیے دینے والا طلحہ جیسا شخص کوئی نہیں دیکھا۔

ایک مرتبہ بنو عذرہ قبیلے کے تین شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر مسلمان ہوئے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا: ان مسافروں کی کون خاطر تواضع کرے گا۔ حضرت طلحہ نے اپنے آپ کو اس کے لیے پیش کیا۔ پھر ان تینوں جوانوں کو لے جا کر اپنے گھر ٹھہرایا۔ کچھ عرصے بعد ان تینوں میں سے دو حضرات ایک جنگ میں شہید ہو گئے جبکہ تیسرا ان کے پاس مقیم رہا اور وہیں فوت ہوا۔ حضرت طلحہؓ کو وہ مسافر ہمیشہ یاد رہے۔ ایک مرتبہ خواب دیکھا کہ تینوں جنت میں ہیں البتہ جو اپنی موت فوت ہوا وہ سب سے آگے ہے۔ طلحہ

نے آپؐ سے اپنا خواب بیان کیا۔ اس پر حضور اکرم ﷺ نے فرمایا جو شخص زیادہ وقت زندہ رہا اس نے زیادہ عبادت کی اس لیے اپنے بھائیوں سے بڑھ گیا۔

ابن سعد کا بیان ہے کہ وہ سفر یا حضر میں نقد رقم، خوراک، لباس اور کپڑے تقسیم کرنے میں اپنی مثال آپ تھے۔ اپنی اولاد اور اہل و عیال کو دل کھول کر دیتے تھے۔

عتبہ بن ربیعہ کی بیٹی اُم ابان کو کتنے ہی لوگوں نے نکاح کی پیشکش کی لیکن اس نے حضرت طلحہ کو قبول کیا۔ لوگوں نے اس کا سبب پوچھا تو جواب دیا۔ وہ گھر میں داخل ہوتے اور نکلتے وقت مسکراتے رہتے ہیں۔ دینے میں بخل نہیں کرتے۔ اگر ان سے مانگا نہ جائے تو مانگنے کا انتظار نہیں کرتے بلکہ از خود دیتے ہیں اور کوئی خطا ہو جاتی ہے تو معاف کر دیتے ہیں۔ ان کی زراعت کی روز کی آمدنی ایک ہزار دینار تھی۔ انہوں نے بائیس لاکھ درہم اور دو لاکھ دینار ترکے میں چھوڑے۔ ان کی تمام ملکیت منقولہ و غیر منقولہ تین کروڑ درہم کے لگ بھگ تھی۔

یہ سخی مرد مجاہد مختلف معرکے سر کرتے ہوئے جنگ جمل میں ۶۴ سال کی عمر میں شہید ہوئے۔ پہلی مرتبہ جنگ جمل کے میدان کے کنارے دفن کیے گئے پھر چند سال بعد ان کو کسی شخص کے خواب کی بنا پر عبد اللہ بن عباس کے حکم سے بصرہ میں ایک مکان خرید کر اس میں دفن کیا گیا۔ (سید علی میر شاہ)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ

صحابہ کرام میں سے جو حضرات جود وسخا، شفقت اور غلام آزاد کرنے میں پیش پیش ہوتے تھے۔ ان میں عبد اللہ بن عمرؓ ہیں۔

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ بعثت نبوی کے تین سال بعد مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے۔ ان کی والدہ کا نام زینب تھا جو مظعون جمحیہ کی بیٹی تھیں۔ جب نبی ﷺ نے ہجرت کی تو ان کی عمر دس سال تھی۔ جنگ بدر میں انہوں نے اپنے آپ کو جنگ کے لیے پیش کیا تو آپ نے اجازت نہیں دی۔ اس طرح احد میں بھی شرکت کی اجازت نہیں ملی اور غزوہ خندق میں شرکت کی اجازت مل گئی۔ ان کے فضائل بہت سارے ہیں لیکن چونکہ ہمارا موضوع صرف ان کا رفاہی، فلاحی اور شفقت علی الخلق کا پہلو بیان کرنا ہے اس لیے یہاں صرف اس کا بیان کیا جائے گا۔

ابو سعید بن اعرابی نے حضرت جابرؓ سے بیان کیا ہے ہم میں سے کوئی شخص بھی ایسا نہیں جس نے دنیا پائی ہو تو وہ دنیا اس کی طرف مائل نہ ہوئی ہو اور وہ اس کی طرف مائل نہ ہوا ہو، سوائے عبد اللہؓ بن عمر کے۔

غلام آزاد کرنا

حضرت ابن عمر کے رفاہی کاموں میں زیادہ تفصیل ان کے غلام آزاد کرنے کی ملتی ہے۔

الف: میمون بن مہران کہتے ہیں کہ ڈاکوؤں کا ایک گروہ ابن عمرؓ کے اونٹوں کے ریوڑ کے پاس سے گزرا تو انہیں وہ اُونٹ پسند آئے اور ہنکا کر لے گئے۔ چرواہا ان کے پاس آیا اور ان سے کہا کہ اپنے اونٹوں کے بارے میں اللہ سے ثواب کی نیت کریں اور ڈاکہ پڑنے کی خبر بتائی۔ انہوں نے چرواہے سے پوچھا کہ ڈاکوؤں نے تجھے کیسے چھوڑ دیا؟ اس نے کہا کہ ان سے بھاگ کر آیا ہوں کیونکہ آپ مجھے ان سے زیادہ پیارے ہیں۔ اس پر انہوں نے اسے قسم دی

تو اس نے قسم اٹھائی۔ انہوں نے کہا کہ اونٹوں کے ساتھ تیرے بارے میں بھی اللہ سے ثواب کی نیت کرتا ہوں پھر اسے آزاد کر دیا۔ کچھ دنوں کے بعد ان سے کسی نے کہا کہ آپ کی فلاں اُونٹنی بازار میں فروخت کے لیے آئی ہے۔ اس پر انہوں نے اس کی طرف جانے کا ارادہ کیا پھر کہا کہ میں نے تو اُونٹوں کے بارے میں ثواب کی نیت کر لی تھی۔ پھر میں کیوں اونٹنی کی طلب کروں۔

ب: جب لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْن (آل عمران: ۹۲) نازل ہوئی تو انہوں نے اپنی سب سے پیاری لونڈی رمشہ کو یہ کہتے ہوئے آزاد کر دیا کہ اللہ تعالیٰ سب سے پیاری چیز خرچ کرنے کا فرماتے ہیں اور تم مجھے سب سے زیادہ پیاری ہو۔

ج: بیہقی کی روایت ہے کہ عبداللہؓ بن جعفر نے ان کے پیارے اور ذہین غلام کے دس ہزار درہم یا ایک ہزار دینار قیمت لگائی۔ یہ بہت بڑی قیمت تھی۔ لوگوں نے کہا کہ اور کیا چاہیے اور دیر کیوں کر رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ اس سے زیادہ بہتر قیمت کیوں نہ لوں۔ پھر کہا یہ اللہ کے لیے آزاد ہیں۔

د: امام زہری سالم سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ نے سوائے ایک خادم کے کسی پر لعنت نہیں کی اور اسے بھی آزاد کر دیا۔

ھ: نافع نے روایت کی کہ ابن عمرؓ کی ایک پسندیدہ لونڈی تھی۔ پس اس کی محبت اور اس کی چاہت بہت زیادہ ہو گئی تو اسے آزاد کر کے اپنے ایک غلام سے اس کی شادی کر دی۔ پھر اس سے ایک لڑکا پیدا ہوا۔ ابن عمرؓ اس بچے کو اٹھاتے بوسہ دیتے اور کہتے فلاں کی خوشبو کا کیا کہنا۔

و: زید بن اسلم نے بیان کیا کہ ابن عمرؓ ایک چرواہے کے پاس سے گزرے تو اس سے کہا۔ کیا کوئی کٹو (گوشت کے لیے) جانور ہے۔ اس نے جواب دیا کہ اس ریوڑ کا مالک یہاں نہیں ہے۔ ابن عمرؓ نے اس سے کہا کہ تم یہ کہہ دینا کہ اسے بھیڑیا کھا گیا۔ چرواہے نے کہا اللہ سے ڈرو اور مجھے ایسی غلط بات کی تعلیم نہ دو اس پر ابن عمرؓ اس چرواہے کو جو غلام تھا اور ریوڑ کو خرید لیا۔ پھر اسے آزاد کر کے ریوڑ اسے بخش دیا۔

یہ ہے ایک فرد کا رحمت و شفقت علی الخلق کا رویہ اور غلاموں کے ساتھ مہربانی اور نیکی کا برتاؤ کہ ایک شخص اکیلے ایک بڑی این جی او کا کارنامہ سرانجام دے رہا ہے۔ صحیح روایت ہے کہ انہوں نے مختلف مواقع پر کل ایک ہزار غلام آزاد کیے۔

جھگڑے اور انتقام سے اجتناب

زید بن اسلم سے روایت ہے کہ ایک شخص نے حضرت ابن عمر کو گالیاں دینا شروع کیں لیکن ابن عمر خاموش رہے جب اپنے گھر کے دروازے پر جا پہنچے تو اس کی طرف توجہ کر کے اس سے کہا میں اور میرا بھائی عاصم لوگوں کو گالی نہیں دیتے، صبر و تحمل اور برائی سے دور رہنے اور گالم گلوچ سے بچنے کی صرف یہ ایک مثال ہے۔

ایثار و قربانی

نافع روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ بیمار ہو گئے تو ان کے لیے ایک درہم (آج کے پچاس روپے) کے انگور خرید کر گھر لائے گئے۔ اتنے میں ایک مسکین سائل آ گیا اور کچھ دینے کی صدا لگائی، ابن عمرؓ نے فرمایا یہ سب اسے دے دو۔ جب سائل یہ لے کر چلا تو ایک شخص اس کے پیچھے لگا اور آگے جا کر اس سے یہ ایک درہم میں خرید لیے اور لے کر ان کے پاس آیا۔ اتنے میں وہی سائل پھر آ گیا تو انہوں نے فرمایا کہ یہ اسے دے دو۔ جب سائل چلا تو گھر کا دوسرا فرد اس کے پیچھے لگا اور پھر اس سے ایک درہم میں خرید لیے۔ پھر اس سائل نے واپس ان کے در پر آنے کا ارادہ کیا تو کسی نے اسے منع کر دیا۔ اس طرح ابن عمرؓ نے وہ انگور کھائے لیکن اگر ان کو ان ہی انگوروں کے لوٹ آنے کا علم ہوتا تو چکھتے تک نہیں۔ ایثار و قربانی اور اللہ کے نام پر دینے کی بڑی مثال ہے۔

کسی کو تکلیف نہ دینا

امام زہری روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ ابن عمرؓ نے غصے میں آ کر ایک خادم پر لعنت کرنے کا ارادہ کیا اور کہا اَللّٰھُمَّ بس اس کلمے پر رک گئے اور پورا نہیں کہا اور فرمایا کہ میں

اس کو کہنا پسند نہیں کرتا۔(لعنت نہیں کی) کسی کو زبان سے بھی تکلیف نہیں دی۔

علم و عرفان کا چراغ، سنت نبوی کا ہمہ وقت پیرو کار اور شیدائی رسولؐ، صحابہ میں مثالی شخصیت، رات کا زیادہ حصہ قیام میں بسر کرنے والا صوم داؤدی کا پابند ذوالحجۃ ۷۲ھ چوراسی سال کی عمر میں دارِ فانی چھوڑ کر دارِ جاودانی میں جابسا۔(سیرت صحابہ سید علی میر شاہ)

عبد الرحمٰنؓ بن عوف بن العوام

کبار صحابہ میں سے جنہیں اس دنیا میں جنت کی خوشخبری دی گئی اور حضرت عمرؓ نے اپنی وفات کے وقت جن چھ افراد کی خلافت کے لیے خاص شوریٰ بنائی، ان میں سرفہرست عبد الرحمن بن عوف کی شخصیت تھی۔

حضرت عبد الرحمٰن بن عوف زہری مہاجر اور عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ انہوں نے ابتدائی دور میں اسلام قبول کر لیا تھا۔ ان کی والدہ محترمہ کا نام صفیہ اور بعض نے الصفاء لکھا ہے۔ ان دونوں کی اصل اور معنی ایک ہی ہیں یہ بھی زہریہ ہیں۔

ان کی ولادت عام الفیل سے دس سال بعد ہوئی۔ انہوں نے دو ہجرتیں کیں ایک ہجرت حبشہ اور دوسری ہجرت مدینہ، غزوہ بدر اور دوسرے تمام معرکوں میں شریک ہوئے۔ مدینہ منورہ میں آپؐ نے ان کے اور سعد بن ربیع کے درمیان مواخات قائم کی۔ آپؐ نے انہیں سریہ دومۃ الجندل بھیجا اور ہدایت کی کہ فتح کے بعد اصبغ بن ثعلبہ الکلبی کی بیٹی سے شادی کر لیں چنانچہ انہوں نے اس سے شادی کی اور ان سے ان کا بیٹا ابو سلمہ پیدا ہوا۔

اس مضمون میں حضرت عبد الرحمن کی خدمت خلق اور عام مسلمانوں کی فلاح و بہبود اور ان کے دفاع میں انہوں نے جو انفاق کیا ہے صرف اس کا تذکرہ کیا جا رہا ہے۔

حضرت عبد الرحمن بن عوف قریش قبیلے کے چشم و چراغ تھے اور اپنے اباء واجداد اور قبیلے کے رواج اور پس منظر کی وجہ سے تجارت کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے تجارت میں انہیں خوب برکت دی جس کی وجہ سے مدینے کے دولت مند لوگوں میں ان کا شمار ہوتا تھا۔

جہاد

مسلمانوں کے دفاع، حفاظت اور قیام امن کے لیے جہاد اسلامی نظام میں ایک لازمی جزو اور رکن کی حیثیت سے شامل رہا ہے۔ چنانچہ تمام اوّلین مسلمانوں نے جہاد میں جانی

قربانی کے ساتھ مالی قربانی بھی خوب دی ہے۔ جہاد میں انفاق کرنے والوں میں حضرت عثمان غنی کا نام سرفہرست ہے۔ ان کے بعد حضرت عبدالرحمن بن عوف کا نام ہے۔ معمر نے امام زہری سے روایت کی ہے کہ عبدالرحمن بن عوف نے رسول ﷺ کے مبارک دور میں اپنے مال کا ایک معتدبہ حصہ دیا۔ پھر انہوں نے چالیس ہزار دینار دیے۔ انہوں نے اپنے دور میں پانچ سو گھوڑے جہاد کے لیے دیے اور پانچ سو ہی دوسری سواریاں اس راہ میں دیں۔ سواریوں سے اونٹ، خچر اور گدھے مراد ہیں۔

غلاموں کو آزاد کرنا

غلاموں کو آزادی سے نوازنے اور آزاد شہری بنانے کے سلسلے میں قرآن و حدیث کی واضح تعلیمات وترغیبات کی وجہ سے صحابہ کرام غلاموں کو آزاد کرانے میں پیش پیش ہوتے تھے۔ چنانچہ حضرت عبدالرحمن بن عوف بھی دوسرے مالدار صحابہ سے پیچھے نہیں رہے بلکہ ان سے سبقت ہی کرتے رہے۔ ان کے آزاد کردہ غلاموں کی تعداد کا اندازہ اس سے کیجیے کہ انہوں نے ایک دن تیس غلام اپنے مال سے آزاد کرائے۔

جعفر بن برقان نے روایت کی کہ انہوں نے کل تیس ہزار غلام آزاد کیے۔ اس روایت کو ابونعیم نے حلیہ میں بیان کیا ہے۔ اس روایت سے اندازہ کیجیے کہ ابن عوف کو انسانوں کی آزادی، حریت اور عزت و احترام کا کتنا خیال تھا اور ان میں خدمت خلق کا کتنا جذبہ تھا۔

جو لوگ اسلام پر غلامی کا الزام لگاتے ہیں اور فقہی مسائل کو اچھال کر اسلام کے خلاف پروپیگنڈہ کرتے ہیں انہیں حضرت عبدالرحمن بن عوف کے اس عمل سے سبق لے کر اعتدال کی راہ اختیار کرنی چاہیے۔

صحابہ کرام اور اپنے ساتھیوں کی خدمت

اپنے ساتھیوں کے ساتھ بہت محبت کرتے تھے اوران کو اپنی مجلس میں بٹھاتے تھے۔ امام ترمذی اور سراج نے اپنی تاریخ کی کتاب میں نوفل بن ایاس الھذلی سے روایت کی

کہ عبدالرحمن بن عوف ہمارے ہم نشین تھے اور بہترین ہم نشین تھے۔ ایک دن ہمیں اپنے گھر لے گئے۔ ہمیں بیٹھک میں بٹھا کر اندر گئے اور غسل کر کے باہر آئے۔ پھر ہمارے لیے ایک بڑا پیالہ لایا گیا جس میں گوشت اور روٹی تھی۔ پھر انہوں نے رونا شروع کر دیا۔ ہم نے کہا ابا محمد: آپ کو کیا بات رلا رہی ہے۔ انہوں نے کہا کہ رسول ﷺ اس حالت میں فوت ہوئے کہ آپؐ اور آپ کے گھر والوں نے پیٹ بھر کر جو کی روٹی نہیں کھائی۔ معلوم نہیں کہ ہمیں مہلت دی گئی (اس کثرت سے ایسے کھانے دیے گئے) اس میں ہمارے لیے خیر ہے یا کچھ اور ہے؟ ساتھیوں کا خیال رکھنے اور انہیں ہدایا اور عطایا دینے کا اور صحابہ کو نوازنے کا واقعہ گزر چکا ہے۔ حضرت عثمان جو اس وقت خلیفہ تھے انہوں نے بھی عبدالرحمنؓ کا ہدیہ قبول کیا۔

اُمہات المومنین کی خدمت

عبدالرحمٰن بن عوف کی دیگر خوبیوں اور نیکیوں کے علاوہ ایک خوبی اور بڑی نیکی ان کا اُمہات المومنین کی خدمت کرنا ہے۔ یہ خدمت انہوں نے اپنے عمل سے بھی اور اپنے مال سے بھی کی ہے۔

علی بن حرب نے اپنی کتاب "فوائد" میں ابن ابی نجیح سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص میری ازواج مطہرات کی میرے بعد حفاظت کرے گا وہ سچا نیکی کرنے والا ہو گا چنانچہ عبدالرحمٰنؓ بن عوف ان کو اپنے ساتھ حج کرنے کے لیے لے جاتے اور ان کے کجاووں پر ریشمی پردے ڈالتے اور ایسی گھاٹی میں ان کا پڑاؤ رکھتے جس میں آر پار نکلنے کا راستہ نہ ہوتا۔ (تاکہ کوئی غیر مرد نہ آسکے اور وہ اپنی ضروریات پوری کر سکیں)۔

امام احمد بن حنبل نے روایت بیان کی ہے کہ ابو سلمہ بن عبدالرحمن بن عوف نے حضرت عائشہ صدیقہ سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کرتے تھے تمہارے معاملات کے بارے میں، مَیں اپنے بعد بہت فکر مند ہوں اور تمہارے بارے میں صبر کرنے والوں کے سوا اور کوئی صبر نہیں کر سکے گا۔ پھر عائشہ مجھے کہتی تھی کہ تمہارے ابا کو اللہ تعالیٰ جنت کے سلسبیل سے سیراب کرے۔ انہوں نے رسول ﷺ کی ازواج مطہرات

کو اتنا مال دیا تھا جو فروخت کیا گیا تو وہ چالیس ہزار دینار کا ہوا۔ یہ مال ان کی ضروریات کے لیے دیا گیا۔(فضائل الصحابہ ۷۳۲/۲ نمبر ۱۲۸۵)

عبدالرحمن بن عوف کی کشادہ دلی، سخا اور حق داروں کے حقوق پہنچانے اور خاندان نبوت سے محبت و تعلق وصلہ رحمی کی یہ مثالیں ہیں۔

ابن سعد کی روایت ہے کہ ایک مرتبہ انہوں نے اپنی کچھ جائیداد چالیس ہزار دینار میں فروخت کی اور یہ تمام رقم آپ کی حرموں کو عطیہ کردی۔

ایک مرتبہ انہوں نے اپنی زمین عثمان بن عفان کو چالیس ہزار دینار میں فروخت کی پھر یہ تمام رقم بنوزہرہ، امہات المومنین اور عام حاجتمندوں میں تقسیم کردی۔ الاستیعاب کی روایت ہے ابو عمرو عبدالرحمن کامیاب تاجر تھے۔ بہت سی دولت کمائی۔ ان کے جانور بقیع والی چراگاہ میں چرتے تھے۔ اس کے علاوہ صرف میں ان کی زمین تھی جس میں وہ کاشت کراتے تھے۔ وہ اپنے گھر کی خوراک اپنی زمین سے لاتے تھے۔ ابن سعد کی روایت ہے کہ انہیں نبی ﷺ اور حضرت عمرؓ نے مختلف مقامات پر زمین دی تھی۔

حضرت عبدالرحمٰن نے اپنی دولت دونوں ہاتھوں سے اللہ کی راہ میں خرچ کی لیکن باوجود اس کے وفات کے وقت بہت سی ملکیت اپنے پیچھے چھوڑی۔ ایک ہزار اونٹ، تین ہزار بکریاں، ایک ہزار گھوڑے اور بہت سا سونا اور چاندی بھی ترکے میں چھوڑا۔

انہوں نے وصیت کی کہ ان کے ترکے میں سے پچاس ہزار دینار اللہ کی راہ میں خرچ کیے جائیں۔ عبدالرحمٰنؓ بن عوف نے ۷۵ سال کی عمر میں ۳۲ ہجری میں وفات پائی۔(سیرت صحابہ علی میر شاہ)

قیس بن سعد خزرجی رضی اللہ عنہ

سردار گھرانے سے سردار کے جس بیٹے نے آپؐ کی دس سال تک خدمت کی، آپ ﷺ کی صحبت میں وقت گزارا اور جود وسخا میں اپنی مثال آپ تھے وہ قیس بن سعد خزرجی انصاری ہیں۔

سعد بن عبادہ اپنے قبیلے خزرج کے سردار تھے اور پشتہا پشت سے سرداری ان کے خاندان میں چلی آ رہی تھی۔ حضرت سعد تیر اندازی اور تیراکی کے ماہر تھے۔ نیز لکھنا پڑھنا جانتے تھے۔ اس دور میں جو شخص یہ تینوں خوبیاں اپنے اندر رکھتا تھا، اسے کامل کہتے تھے۔ اس لیے حضرت سعد کو یہ لقب ملا ہوا تھا۔ جاہلیت کے زمانے میں اتنے مہمان نواز تھے کہ اپنے قلعے سے یہ آوازیں لگواتے تھے کہ جسے خوراک کی ضرورت ہو وہ سعد کے تکیے پر پہنچ جائے۔

عقبہ کی مشہور دوسری بیعت سے پہلے یہ اسلام قبول کر چکے تھے اور آپ نے جو بارہ نقیب مقرر کیے تھے، ان میں ایک سعد بن عبادہ خزرجی تھے۔

حضرت قیس ان کے فرزند ارجمند تھے اور نبی ﷺ کے مدینے وارد ہونے سے پہلے ہی اپنے خاندان کے ساتھ اسلام قبول کر چکے تھے۔ جب آپ ﷺ مدینے وارد ہوئے تو سردار سعد نے اپنے لائق بیٹے کو آپ کی خدمت کے لیے بھیج دیا۔ ابن حجر عسقلانی نے اپنے راوی کے حوالہ سے اصابہ میں لکھا ہے۔ رأیت قیس بن سعد وقد خدم النبی ﷺ عشر سنین میں نے قیس بن سعد کو دیکھا کہ انہوں نے دس سال حضرت محمد ﷺ کی خدمت کی۔ اس خدمت کے نتیجے میں وہ کندن بن گئے اور ان پر اسلام کا وہ رنگ چڑھا کہ آخر دم تک اتر نہیں سکا۔ ان کے تقوی، دانائی، شجاعت، وفا اور جود وسخا کی مثالیں دی جاتی تھیں۔

جود و سخا

ان کی جود و سخا کا پہلا منظر غزوہ بنو لحیان، (یہ ایک قبیلہ تھا جو مکے کے مشرق میں مدینے کی طرف دو منزلوں (مرحلوں) پر سکونت پذیر تھا۔ ان سے شہداء رجع کا بدلہ لینے کے لیے ۶ ہجری میں لڑائی ہوئی تھی) میں سامنے آیا وہ یہ کہ قیس آپ کے لشکر کے لیے کچھ اُونٹ کھجوروں سے لدے ہوئے اور گوشت کے لیے کچھ اونٹنیاں لے کر آئے۔ آپ ﷺ ان کی آمد اور خدمت کی اس روشن مثال سے بہت ہی خوش ہوئے اور دعائیں دیں۔

دوسرا منظر اس وقت سامنے آیا جب نبی ﷺ نے ابو عبیدہ بن جراح کو تین سو مجاہدین کا لشکر دے کر قبیلہ جہینہ کو زیر کرنے کے لیے بھیجا۔ اس لشکر میں حضرات ابو بکرؓ، عمرؓ اور قیسؓ شامل تھے۔ لشکر کا راشن ختم ہو گیا اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ صحابہ کرام درختوں کے پتے کھانے لگے۔ لشکر کے کمانڈر نے سوچا کہ اگر اس حالت میں لڑائی ہوئی تو کیا ہو گا۔ حضرت قیس (سخی ابن سخی) نے یہ منظر دیکھا تو ان سے رہا نہ گیا اور گرد کے قبائل کے پاس گئے اور اعلان کیا کہ کوئی مجھے ادھار پر اونٹنیاں بیچے تو میں اسے ان کی قیمت میں مدینے میں کھجوریں دوں گا۔

آخر ایک اونٹوں کے مالک نے ان کے والد کی پہچان کے بعد ان کو ادھار پر اونٹنیاں دے دیں اور تین روز تک اونٹنیاں ذبح کر کے لشکر کو کھلاتے رہے۔ پھر ابو عبیدہ نے مزید اونٹنیاں ذبح کرنے سے روک دیا۔ وقائع نگار لکھتے ہیں کہ قیس ابو عبیدہ کے منع کرنے پر ناراض ہوئے اور ان سے کہا کہ میرے والد لوگوں کی طرف سے قرض ادا کرتے ہیں، بھوکوں کو کھانا کھلاتے ہیں اور تھکے ماندے لوگوں کا بوجھ اٹھاتے ہیں۔ کیا وہ مجاہدوں کی غذا کا بوجھ اٹھانے سے پیچھے ہٹیں گے۔ حضرت ابو عبیدہ اور قیس کے درمیان بحث چل رہی تھی کہ قدرت نے سمندر کی بہت بڑی مچھلی دلائی جس سے کافی دن تک مجاہد کھاتے رہے۔ جب نبی ﷺ کو اس واقعہ کی خبر ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا: الجود مِن شیمة اهل ذلک البیت ”سخاوت اس گھرانے کی عادت رہی ہے“۔

حضرت قیس جب مدینہ منورہ پہنچے تو ان کے والد نے ان سے کہا کہ تو نے تین دن

سے زیادہ لشکر کی خوراک کا بندوبست کیوں نہیں کیا۔ انہوں نے جواب دیا کہ لشکر کے امیر ابو عبیدہ نے مجھے مزید خرچ کرنے سے یہ کہہ کر روک دیا کہ تمہارے پاس تمہاری اپنی ملکیت نہیں ہے۔

حضرت سعد نے اپنے خوشبخت پیارے بیٹے کی بات سن کر اعلان کیا کہ آج سے فلاں فلاں کھجور کے باغ تجھے دیے۔ ان کی دستاویز بھی لکھوالو۔ یہ دستاویز لے کر حضرت قیس ابو عبیدہ کے پاس پہنچے ان سے شاہدی کے دستخط لیے۔

کچھ دنوں کے بعد اُونٹنیوں کا مالک بدوی مدینہ منورہ پہنچا تو قیس نے ان چار باغوں میں سے ایک باغ کی کھجوریں اتروا کر اسے تول کر دیں اور قرض ادا کر دیا۔

سخاوت کے دیگر واقعات

حضرت قیس اکثر اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتے رہتے تھے۔

اللھم ارزقنی مالا فانه لایصلح الفعال الا بمال

یا اللہ مجھے دولت عطا کر کیونکہ دولت کے بغیر نیک اعمال ادا نہیں ہوتے۔

ان کی سخاوت کے بہت سے قصے اور روایت ہمیں پہنچی ہیں مگر طوالت سے بچنے کے لیے ان کی تفصیل نہیں لکھی جا سکتی۔

یہاں پر قیس کی سخاوت کے کچھ مختصر واقعات نقل کیے جاتے ہیں تا کہ پڑھنے والوں کو یہ معلوم ہو جائے کہ رسول اکرم ﷺ نے جس قوم کو تیار کیا اور جس قوم نے پوری دنیا کو اپنے اخلاق و کردار سے متاثر کیا اس میں کون کون سی خوبیاں تھی۔

الف: ابن حجر عسقلانیؒ لکھتے ہیں ایک مرتبہ قیس سے کسی شخص نے تیس ہزار درہم قرض لیا۔ کچھ وقت کے بعد وہ رقم واپس دینے گیا تو قیس نے لینے سے انکار کر دیا اور کہا کہ جو چیز میں کسی کو دیتا ہوں تو پھر اس سے واپس نہیں لیتا۔

ب: ابن عبد البر قرطبی کی روایت ہے: ایک مرتبہ ایک مسکین بوڑھی عورت قیس کے پاس گئی اور کہا کہ میرے گھر میں چوہے نہیں ہیں۔ بنو خزرج کا عقلمند سردار بوڑھی کا یہ کنایہ

سمجھ گیا اور کہا میں تیرے گھر کو چوہوں سے بھر دوں گا۔ اس کے بعد اس نے اپنے خادموں کو حکم دیا کہ مختلف قسم کا سامان اور کھانے پینے کی چیزیں اس عورت کے گھر پہنچاؤ اور اس کی چھت تک مال سے بھر دو۔

ج: وہ جہاں کہیں بھی رہتے تھے وہاں ان کا یہ معمول تھا کہ زیادہ کھانا تیار کرواتے تھے اور ان کے خادم رات کے وقت گلیوں اور سڑکوں پر نکل کر یہ اعلان کرتے رہتے تھے لوگو آؤ، گوشت اور ثرید کا کھانا تیار ہے۔

ہ: قیس کے نامی گرامی باپ سعد بن عبادہ نے شام کی طرف جانے سے پہلے اپنی پوری جائیداد اپنی اولاد میں تقسیم کر دی۔ سعد کے جاتے وقت ان کی بیوی کو حمل تھا جس کی ان کو خبر نہ تھی بعد میں اس کو بچہ پیدا ہوا۔ اس وقت ابو بکرؓ اور عمرؓ موجود تھے۔ انہوں نے قیس سے اس مسئلے پر گفتگو کی اور اسے کہا کہ سعد جو تقسیم کر کے گئے ہیں، ان حصوں سے ہر وارث کو کچھ حصہ چھوڑ دینا چاہیے۔ اس طرح اس نئے پیدا ہونے والے بچے کا حق ادا ہو جائے گا۔ قیس نے جواب دیا۔ میں سعدؓ کی تقسیم میں کوئی تبدیلی نہیں کروں گا البتہ اپنے حصے کی پوری جائیداد نئے پیدا ہونے والے بچے کے حوالے کرتا ہوں۔

و: ہشام بن عروہ روایت کرتے ہیں۔ حضرت معاویہؓ کے دور میں انہوں نے قیس سے نوے ہزار دینار میں کچھ جائیداد خریدی۔ قیسؓ کو جیسے ہی رقم ملی فوراً انہوں نے مدینے میں اعلان کرایا کہ جس کو بھی قرض چاہیئے وہ قیسؓ کے گھر سے لے جائے۔ اسی طرح چالیس یا پچاس ہزار دینار لوگ ان سے قرض کے طور پر لے گئے اور ہر قرض دار سے الگ الگ دستاویز لکھوا لیے۔ جو رقم بچ گئی اس کو انعام واکرام کے طور پر تقسیم کر دیا۔ اس واقعے کے کچھ عرصہ بعد وہ بیمار ہوگئے۔ انہوں نے محسوس کیا کہ کافی سارے متعلقین ان کی مزاج پرسی کے لیے نہیں آئے ہیں، باشعور انسان تھے بات سمجھ گئے اور انہوں نے اپنی بیوی کو آواز دی:

قریبہ! یہ لوگ میرے مقروض ہیں اور انہوں نے رقم وعدے کے مطابق نہیں ادا کی ہے۔ اس لیے شرم کے مارے میرے پاس نہیں آتے۔ یہ قرض کے دستاویز لو! ہر کسی

ہماری چند دیگر مطبوعات
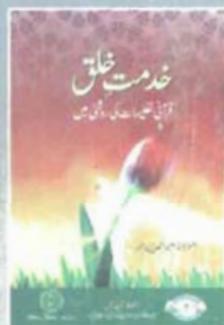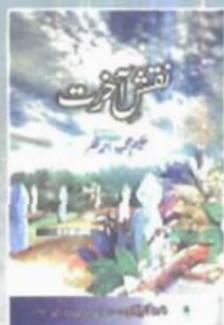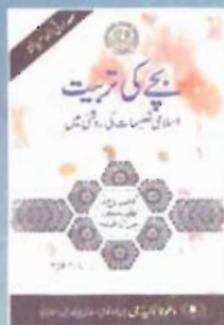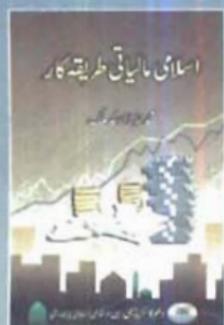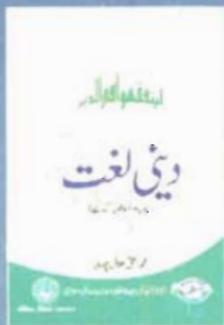
دعوۃ اکیڈمی
بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی
پوسٹ بکس: 1485 اسلام آباد، پاکستان، فون: 2262031، 051-9261751، فیکس: 051-2261648
ای میل: publications.da.iiui@gmail.com، ویب سائٹ: www.dawahacademy.org